وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدي (اردو)

فضيلة الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي رحمه الله

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاهور
لندن • هیوسٹن • نیو یارك
DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962-4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ' اُردو بازار' لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر تیرہ 13

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

www.islamiurdubook.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم / حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر تیرہ 13

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۱۲	سورۃ یوسف (جاری)	1264	۱۲ - ۱۳
۱۳	سورۃ الرعد	1303	۱۳
۱۴	سورۃ إبراهيم	1334	۱۳
۱۵	سورۃ الحجر	1362	۱۳ - ۱۴

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ

اور نہیں بری کرتا میں اپنے نفس کو، بے شک نفس تو یقیناً بہت حکم دینے والا ہے برائی ہی کا، مگر جس پر رحم کرے میرا رب بے شک میرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵۳ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا

بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ○ اور کہا بادشاہ نے لاؤ تم میرے پاس اسکو، خالص کروں گا میں اسے واسطے اپنی ذات کے، پھر جب

كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝۵۴ قَالَ اجْعَلْنِيْ

بادشاہ نے بات چیت کی یوسف سے تو کہا، بے شک تو آج ہمارے ہاں مرتبے والا، امین ہے ○ یوسف نے کہا، بنا دے مجھے

عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝۵۵ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ

خزانوں (پیداوار) پر زمین کے (نگران)، بے شک میں نہایت نگہبانی کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں ○ اور اسی طرح اقتدار دیا ہم نے یوسف کو

فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ

زمین (مصر) میں، جگہ پکڑتا تھا اس (ملک) میں جہاں چاہتا، ہم پہنچاتے ہیں رحمت اپنی جسے چاہیں اور نہیں ضائع کرتے ہم

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۵۷ ع ۷

اجر نیکی کرنے والوں کا ○ اور یقیناً اجر آخرت کا بہت بہتر ہے واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور رہے وہ ڈرتے ○

چونکہ اس کلام میں عورت کے اپنے لئے تزکیہ کے دعوے کا شائبہ پایا جاتا ہے اور یہ دعویٰ بھی پایا جاتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے معاملے میں اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس لئے عورت نے استدراک کے طور پر کہا: ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ﴾ ''اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتی۔'' یعنی میں نے یوسف کو پھسلانے' اس کے ساتھ برائی کے ارادے اور اس کی شدید حرص اور اس کے بارے میں سازش کرنے میں اپنے آپ کو بری قرار نہیں دیتی۔ ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ﴾ ''کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) برائی ہی سکھاتا رہتا ہے۔'' یعنی نفس انسان کو بہت کثرت سے برائی' یعنی بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں کا حکم دیتا ہے۔ نفس شیطان کی سواری ہے اور شیطان نفس کے راستے سے انسان میں داخل ہوتا ہے۔ ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾ ''سوائے اس شخص کے جس پر میرا رب رحم کر دے'' اور اسے اس کے نفس امارہ سے نجات دے دے اور اس طرح اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جائے۔ ہلاکت کے داعی کی نافرمانی کر کے ہدایت کے داعی کی آواز پر لبیک کہے۔ اس میں نفس کا کوئی کمال نہیں' بلکہ یہ اللہ کا اپنے بندے پر بے انتہا فضل و کرم اور اس کی بے پایاں رحمت ہے۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ﴾ ''بے شک میرا رب بخشنے والا'' جب کوئی گناہ اور معاصی کے ارتکاب کی جرأت کرنے کے بعد توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ ﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''رحم کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے اور اسے نیک اعمال کی توفیق عطا کر کے اس پر رحم کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں قرین صواب یہی ہے کہ یہ عزیز مصر کی

بیوی کا قول ہے یوسف علیہ السلام کا نہیں' کیونکہ یہ بات عورت کے کلام کے سیاق میں آئی ہے اور یوسف علیہ السلام تو اس وقت قید میں تھے۔

جب بادشاہ اور لوگوں کے پاس یوسف علیہ السلام کی کامل براءت متحقق ہوگئی' تو بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا اور کہا: ﴿ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ﴾ ''اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔'' یعنی میں اس کو مقربین خاص میں شامل کرلوں گا اسے میرے پاس نہایت عزت و احترام سے لے کر آؤ۔ ﴿ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ ﴾ ''پس جب اس نے ان سے گفتگو کی'' یعنی جب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو اسے ان کی باتیں اچھی لگیں اور اس کے ہاں ان کی وقعت اور زیادہ ہوگئی، تو اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا ﴾ ''بے شک آپ آج ہمارے ہاں'' ﴿ مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴾ ''صاحب منزلت اور صاحب اعتبار ہیں۔'' یعنی آپ ہمارے ہاں بلند مرتبہ کے مالک اور ہمارے رازوں کے امین ہیں۔

﴿ قَالَ ﴾ یوسف علیہ السلام نے مصلحت عامہ کی خاطر بادشاہ سے مطالبہ کیا۔ ﴿ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ﴾ ''مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے۔'' یعنی مجھے زمین کی پیداوار' اس کے محاصل کا نگران' محافظ اور منتظم مقرر کر دیں ﴿ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں۔'' یعنی جس چیز کا آپ مجھے نگران بنائیں گے میں اس کی حفاظت کروں گا اس میں سے کچھ بھی بے محل استعمال ہو کر ضائع نہیں ہوگی' میں ان محاصل کے داخل خارج کو منضبط کر سکتا ہوں میں ان کے انتظام کی کیفیت کا پورا علم رکھتا ہوں۔ میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ کسے عطا کرنا ہے کسے محروم رکھنا ہے اور ان میں تصرفات کی پوری طرح دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام کی طرف سے اس عہدے کا مطالبہ' عہدے کی حرص کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ نفع عام میں رغبت کی وجہ سے تھا۔ یوسف علیہ السلام اپنے بارے میں اپنی کفایت اور حفظ و امانت کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ لوگ نہیں جانتے تھے۔ بنابریں یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کے انتظام پر مقرر کر دے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کا والی اور منتظم مقرر کر دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ ﴾ ''اور اسی طرح'' یعنی ان مذکورہ اسباب اور مقدمات کے ذریعے سے ﴿ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ﴾ ''ہم نے یوسف کو جگہ دی اس ملک میں' وہ اس میں جہاں چاہتے' جگہ پکڑتے'' وہ نہایت آسودہ زندگی' بے شمار نعمتوں اور بے پناہ جاہ و جلال میں رہنے لگے۔ ﴿ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ﴾ ''ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں' پہنچا دیتے ہیں'' یوسف علیہ السلام پر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی جو اس نے ان کے لیے مقدر کر رکھی تھی جو صرف دنیاوی نعمتوں پر ہی مشتمل نہ تھی۔

﴿ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اور ہم محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتے'' اور یوسف علیہ السلام کا شمار تو سادات

محسنین میں ہوتا ہے۔ ان کے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں بھی بھلائی ہے۔ اس لئے فرمایا:
﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ﴾ ''آخرت کا اجر (دنیا کے اجر سے) بہتر ہے'' ﴿ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾
''ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے'' یعنی جن لوگوں میں تقویٰ اور ایمان جمع ہے۔ پس
تقویٰ کے ذریعے سے حرام امور' یعنی کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ایمان کامل کے ذریعے سے ان
امور میں تصدیق قلب حاصل ہوتی ہے جن امور کی تصدیق کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور فرض و مستحب'
اعمال قلوب اور اعمال جوارح' تصدیق قلب کی پیروی کرتے ہیں۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾
اور آئے بھائی یوسف کے تو وہ داخل ہوئے اس پر' پس اس نے پہچان لیا ان کو جبکہ وہ (بھائی) اسے پہچاننے والے نہ تھے ○
وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ
اور جب تیار کر دیا یوسف نے انکے لیے سامان ان کا، تو کہا، تم لانا میرے پاس بھائی اپنا جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے، کیا نہیں دیکھتے تم
اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ
کہ بے شک میں پورا دیتا ہوں ماپ؟ اور میں بہترین مہمان نوازی کرنے والا ہوں ○ پس اگر نہ لائے تم میرے پاس اسکو، تو نہیں کوئی ماپ (غلہ)
لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
تمہارے لیے میرے پاس، اور نہ تم قریب آنا میرے ○ انہوں نے کہا ضرور مطالبہ کریں گے ہم اسکا اسکے باپ سے، اور بے شک ہم
لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
یہ کام ضرور کرنے والے ہیں ○ اور یوسف نے کہا اپنے جوانوں (خادموں) سے، رکھ دو تم پونجی (نقدی) انکی انکے سامان میں، تاکہ وہ
يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا
پہچان لیں اسے جب وہ لوٹ کر جائیں طرف اپنے گھر والوں کی شاید کہ وہ پھر لوٹ آئیں ○ پس جب لوٹے وہ
اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا
طرف اپنے باپ کی تو انہوں نے کہا، اے ہمارے باپ! روکا گیا ہے ہم سے (آئندہ) ماپ (غلہ) پس تو بھیج ہمارے ساتھ ہمارا بھائی (بنیامین) تاکہ
نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
غلہ لائیں ہم اور بے شک ہم اسکی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں ○ یعقوب نے کہا، نہیں امین سمجھتا میں تمہیں اس پر مگر جیسا کہ
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾
امین سمجھا تھا میں نے تمہیں اوپر اسکے بھائی کے، اس سے پہلے، پس اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ○
وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا
اور جب کھولا انہوں نے سامان اپنا تو پائی انہوں نے پونجی اپنی کہ واپس کر دی گئی ہے طرف انکی' انہوں نے کہا' اے ہمارے باپ!

مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ
(اور) کیا چاہتے ہیں ہم؟ یہ ہماری پونجی ہے واپس کردی گئی ہے ہماری طرف، اور ہم غلہ لائیں گے اپنے اہل وعیال کے لیے، اور حفاظت کریں گے
اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ
اپنے بھائی کی، اور ہم زیادہ لائیں گے ماپ (غلہ) ایک اونٹ کا، یہ ماپ (غلہ لانا تو) بہت آسان ہے ○ یعقوب نے کہا، ہرگز نہیں بھیجوں گا میں اسے تمہارے ساتھ
حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ
یہاں تک کہ تم دو مجھے پختہ وعدہ اللہ کا کہ تم ضرور لاؤ گے میرے پاس اسے مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم (سب)، پھر جب
اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا
انہوں نے دیا اسکو اپنا پختہ وعدہ تو اسنے کہا، اللہ اوپر اسکے جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے ○ اور یعقوب نے کہا، اے میرے بیٹو! مت داخل ہونا تم
مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
ایک ہی دروازے سے اور داخل ہونا تم متفرق دروازوں سے، اور نہیں کفایت کرسکتا میں تم سے اللہ (کے فیصلے) سے
مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
کچھ، نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کا، اوپر اسی کے بھروسہ کیا ہے میں نے، اور اوپر اسی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں
الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ
بھروسہ کرنے والے ○ اور جب داخل ہوئے وہ جہاں سے حکم دیا تھا انہیں انکے باپ نے، نہیں تھا وہ (یعقوب) کفایت (دفع) کرسکتا
عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ
ان سے اللہ (کے فیصلے) سے کچھ بھی، مگر ایک حاجت (تمنا) تھی دل میں یعقوب کے کہ اس نے پورا کیا اسے، اور بے شک وہ
لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾
البتہ صاحب علم تھا بوجہ اس کے جو سکھایا تھا ہم نے اسے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

جب یوسف علیہ السلام زمین کے محاصل کے ذخیرہ کے منتظم بن گئے تو انہوں نے بہترین طریقے سے ان کا انتظام کیا۔ انہوں نے شادابی کے سالوں میں مصر کی تمام قابل کاشت زمین میں غلہ کاشت کردیا اور اس غلہ کو ذخیرہ کرنے کے لیے بڑے بڑے مکانات بنوائے۔ خراج اور لگان میں بہت سا غلہ جمع کیا' اس کی حفاظت کی اور اس کا بہترین انتظام کیا۔ جب قحط سالی شروع ہوئی اور قحط تمام علاقوں میں پھیل گیا حتیٰ کہ فلسطین بھی قحط کی لپیٹ میں آ گیا جہاں یعقوب اور ان کے بیٹے رہتے تھے' تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اناج کے لیے مصر بھیجا۔ چنانچہ ﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ ''یوسف کے بھائی آئے اور ان کے دربار میں داخل ہوئے' تو یوسف نے ان کو پہچان لیا' جب کہ وہ ان کو نہیں پہچانتے تھے'' یعنی انہوں نے

یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا۔ ﴿ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ﴾ ''اور جب تیار کر دیا ان کو ان کا اسباب'' یعنی جب یوسف علیہ السلام نے ان کو اناج ناپ کر دے دیا جیسا کہ وہ دوسروں کو ناپ کر دیا کرتے تھے۔ یہ ان کا حسن انتظام تھا کہ وہ کسی کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ اناج نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے ان کا حال احوال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا ایک اور بھائی ہے' جو اپنے باپ کے پاس ہے اس کا نام بنیامین ہے۔ ﴿ قَالَ ﴾ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ﴾ ''اپنے بھائی کو میرے پاس لاؤ جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے'' پھر آنجناب نے اپنے بھائی کو مصر لانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا: ﴿ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴾ ''کیا دیکھتے نہیں ہو کہ میں ماپ بھی پورا دیتا ہوں اور خوب مہمان نواز بھی ہوں۔'' یعنی مہمان نوازی اور عزت و اکرام کرنے میں سب سے بہتر ہوں' پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنا بھائی ساتھ نہ لانے کی صورت میں ڈراتے ہوئے کہا: ﴿ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴾ ''پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی ماپ نہیں ہے اور میرے پاس نہ آنا'' یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لئے کہی' کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ مصر ان کے پاس ضرور آئیں گے اور اپنے بھائی کو ساتھ لانے پر مجبور ہوں گے۔

﴿ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم ضرور خواہش کریں گے اس کی بابت اس کے باپ سے'' یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یعقوب علیہ السلام بنیامین سے بے حد محبت کرتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے بعد بنیامین ہی ان کے لیے تسلی کا باعث تھے۔ اس لئے یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بلوانے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی ﴿ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴾ ''اور ہم (یہ کام) کر کے رہیں گے۔'' یعنی جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم اس پر ضرور عمل کریں گے۔ ﴿ وَقَالَ ﴾ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ لِفِتْيَانِهِ ﴾ ''اپنے خدام سے۔'' یعنی اپنے کارندوں سے جو ان کی خدمت میں موجود تھے۔ ﴿ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ ﴾ ''رکھ دو ان کی پونجی'' یعنی وہ قیمت جس کے بدلے انہوں نے اناج خریدا تھا۔ ﴿ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا ﴾ ''ان کے اسباب میں' شاید وہ اس کو پہچان لیں'' یعنی جب وہ اپنے مال کو جو انہوں نے قیمت کے طور پر ادا کیا تھا' واپس اپنے اپنے کجاووں میں دیکھیں گے ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ ''شاید یہ پھر یہاں آئیں۔'' یعنی شاید وہ اپنے مال کی واپسی کو گناہ سمجھتے ہوئے اسے لوٹانے کے لیے مصر واپس آئیں۔

ظاہر ہے یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ پورے تول کے ذریعے سے نیکی کی تھی' پھر ان کی قیمت بھی ان کو اس طرح واپس لوٹا دی تھی کہ اس کی واپسی کا انہیں پتہ بھی نہ چلا' کیونکہ احسان انسان کے لیے واجب ٹھہراتا ہے کہ محسن کے لیے پوری وفاداری کی جائے۔

﴿ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ ﴾ ''پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے' تو بولے' ابا جان روک دی گئی ہے ہم سے ماپ''یعنی اگر آپ ہمارا بھائی ہمارے ساتھ نہیں بھیجیں گے تو ہمیں اناج نہیں ملے گا۔﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ ﴾''پس ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجیں کہ ہم ماپ لے کر آئیں'' یعنی تاکہ اناج حاصل کرنے میں ہمارا بھائی ہمارے لئے سبب بن سکے۔ پھر انہوں نے اپنے بھائی کی حفاظت کا ذمہ اٹھاتے ہوئے کہا: ﴿ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ''اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔''یعنی ہم کسی ناخوشگوار صورت حال میں اس کی حفاظت کریں گے۔﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا:﴿ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾''کیا میں تمہارا اسی طرح اعتبار کروں جیسے اس سے پہلے اس کے بھائی کے معاملے میں اعتبار کیا تھا؟''یعنی یوسف کی حفاظت کے بارے میں تم اپنی ذمہ داری کے التزام کا وعدہ اس سے پہلے بھی کر چکے ہو۔ بایں ہمہ تم نے اس کی حفاظت کا وعدہ پورا نہیں کیا تھا' لہٰذا مجھے تمہارے اس عہد پر کوئی بھروسہ نہیں کہ تم اس کی حفاظت کا التزام کرو گے۔ مجھے تو بس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔﴿ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾''سو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''یعنی وہ میرے حال کو جانتا ہے مجھے امید ہے کہ وہ مجھ پر رحم کرے گا اس کی حفاظت کر کے اسے میرے پاس واپس لائے گا۔ گویا انہوں نے بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے کے لیے اپنی گفتگو میں نرمی کا مظاہرہ کیا۔

﴿ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ﴾''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے۔''یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام نے یہ مال قصداً واپس کیا تھا اور وہ اس مال کا واپس بھائیوں کو مالک بنانا چاہتے تھے۔﴿ قَالُوْا ﴾ انہوں نے بھائی کو ساتھ بھیجنے کے لیے ترغیب دیتے ہوئے باپ سے کہا:﴿ یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ﴾''ابا جان! ہمیں (اور) کیا چاہیے۔''یعنی اس بہترین اکرام و تکریم کے بعد ہمیں اور کیا چاہئے جب کہ بادشاہ نے ہمیں اناج پورا دیا ہے اور نہایت خوبصورت طریقے سے ہمارا مال بھی واپس لوٹا دیا ہے اور یہ بات اخلاص اور مکارم اخلاق پر دلالت کرتی ہے۔﴿ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا ﴾''یہ ہے ہماری پونجی جو ہمیں واپس کر دی گئی ہے' اب جائیں تو غلہ لے کر آئیں اپنے گھر والوں کے لیے''یعنی جب ہم اپنے بھائی کو ساتھ لے کر جائیں گے تو ہم اس کے حصے کا غلہ حاصل کر سکیں گے اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لا سکیں گے' کیونکہ وہ خوراک کے سخت محتاج ہیں۔﴿ وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ﴾''اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کی بھرتی بھی زیادہ لیں گے''یعنی ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجنے کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ ملے گا' کیونکہ ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیا جاتا تھا۔﴿ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴾''اور وہ بھرتی آسان ہے۔''یہ بڑا آسان سا کام

ہے اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' کیونکہ یہ کوئی زیادہ لمبی مدت نہیں اور اس میں جو مصلحت ہے وہ بھی آپ کے سامنے واضح ہے۔

﴿قَالَ﴾ یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ "میں ہرگز اس کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا' یہاں تک کہ دو تم مجھے عہد اللہ کا" یعنی جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر پکا عہد نہ کرو۔ ﴿لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ﴾ "کہ تم ضرور اس کو میرے پاس پہنچا دو گے' مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم سب" یعنی سوائے کسی ایسی صورت حال کے جو تمہیں پیش آ جائے جس پر تمہارا کوئی اختیار نہ ہو اور تم اس کو ہٹانے کی قدرت نہ رکھتے ہو۔ ﴿فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ﴾ "پس جب انہوں نے ان سے عہد کر لیا۔" یعنی جب یعقوب علیہ السلام کی خواہش کے مطابق انہوں نے عہد و پیمان دے دیا۔ ﴿قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ "حضرت یعقوب نے کہا' اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کی گواہی' اس کی حفاظت اور اس کی کفایت ہمارے لئے کافی ہے۔ پھر جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا' تو ان کو وصیت کی کہ جب وہ مصر پہنچیں تو ﴿لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾ "ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں' بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں" یعنی وہ ان کے ایک ہی شخص کے بیٹے ہوتے ہوئے ان کی کثرت اور ان کے حسن منظر کی وجہ سے ان کو نظر لگنے سے ڈرتے تھے۔ یہ تو محض سبب ہے جو میں اختیار کر رہا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے ﴿وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ "میں تم کو اللہ کی کسی بات سے نہیں بچا سکتا" پس جو چیز تقدیر میں لکھی جا چکی ہے وہ ہو کر رہے گی۔ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ "حکم تو اللہ ہی کا ہے۔" یعنی فیصلہ وہی ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے اور حکم وہی ہے جو اس کا حکم ہے۔ پس جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر دے وہ ضرور واقع ہوتا ہے۔ ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ "اسی پر میرا بھروسہ ہے" یعنی جن اسباب کو اختیار کرنے کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے' میں اس پر بھروسہ نہیں کرتا' بلکہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ﴿وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ "اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔" کیونکہ توکل ہی کے ذریعے سے ہر مطلوب و مقصود حاصل ہوتا ہے اور توکل ہی کے ذریعے سے ہر خوف کو دور کیا جاتا ہے۔

﴿وَلَمَّا﴾ "اور جب" یعنی جب وہ روانہ ہو گئے۔ ﴿دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا﴾ "(اور) داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو حکم دیا تھا' (ان کا یہ فعل) ان کو اللہ کی کسی بات سے نہ بچا سکتا تھا' مگر ایک خواہش تھی یعقوب کے جی میں' سو وہ اس نے پوری کر لی۔" اور وہ تھا اولاد کے لیے شفقت اور محبت کا موجب' ایسا کرنے سے ان کو ایک قسم کا اطمینان حاصل ہو گیا تھا اور ان کے دل میں جو خیال گزر رہا تھا وہ بھی پورا ہو گیا اور یہ یعقوب علیہ السلام کے علم

کی کوتاہی نہیں، کیونکہ وہ انبیائے کرام اور علمائے ربانی میں سے تھے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی مدافعت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ﴾ ”وہ علم عظیم کے مالک تھے“ ﴿لِّمَا عَلَّمْنٰهُ﴾ ”کیونکہ ہم نے ان کو تعلیم دی تھی۔“ یعنی انہوں نے اپنی قوت و اختیار سے اس کا ادراک نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا عطا کردہ علم کارفرما تھا۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ”لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ یعنی اکثر لوگ معاملات کے انجام اور اشیاء کی باریکیوں کو نہیں جانتے۔ اسی طرح اہل علم پر بھی علم، احکام اور اس کے لوازم میں سے بہت کچھ مخفی رہ جاتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ
اور جب وہ داخل ہوئے اوپر یوسف کے تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو (اور) کہا، بلاشبہ میں بھائی ہوں تیرا،
فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ
سو نہ غم کھا تو بوجہ اس کے جو تھے وہ عمل کرتے ○ پھر جب تیار کر دیا یوسف نے ان کے لیے سامان ان کا تو رکھ دیا
السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ
مرصع پیالہ سامان میں اپنے بھائی کے، پھر اعلان کیا ایک اعلان کرنے والے نے، اے قافلہ والو! بے شک تم لوگ
لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ
تو چور ہو ○ انہوں نے کہا، اور وہ متوجہ ہوئے ان کی طرف، کیا چیز گم پاتے ہو تم؟ ○ انہوں نے کہا، گم پاتے ہیں ہم پیالہ
الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ
بادشاہ کا، اور واسطے اس شخص کے جو لائے گا اسے، ایک بار شتر ہے (غلہ) اور میں ساتھ اس (وعدے) کے ضامن ہوں ○ انہوں نے کہا، اللہ کی قسم!
لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا
البتہ تحقیق جانتے ہو تم کہ نہیں آئے ہم تاکہ فساد کریں ہم اس زمین میں، اور نہیں ہیں ہم چور ○ انہوں نے کہا، پھر کیا
جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ
سزا ہے اس (چور) کی اگر ہو تم جھوٹے؟ ○ انہوں نے کہا، سزا اسکی یہ ہے، جو شخص کہ پایا جائے وہ (پیالہ) اسکے سامان میں
فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ
پس وہی شخص ہے بدلہ اسکا، اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ظالموں کو ○ پس شروع ہوا (لگا) یوسف (تلاشی لینے) انکے بوروں کی
قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ
پہلے اپنے بھائی کے بورے کے پھر نکال لیا وہ (پیالہ) بورے سے اپنے بھائی کے، اسی طرح تدبیر کی ہم نے واسطے یوسف کے،
مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ
نہیں تھا یوسف کہ وہ لے سکتا اپنے بھائی کو قانون میں اس بادشاہ کے، مگر یہ کہ چاہے اللہ، بلند کرتے ہیں ہم درجے جس کے

نَشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ

چاہیں، اور اوپر ہر صاحب علم کے ایک زیادہ علم والا ہے ○ انہوں نے کہا، اگر اس نے چوری کی ہے تو تحقیق چوری کی تھی

اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِىْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

ایک بھائی نے اسکے، اس سے پہلے، پس چھپایا اس (بات) کو یوسف نے اپنے دل میں اور نہ ظاہر کیا اسنے اسے واسطے انکے، کہا (دل میں)

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ

تم بدترین ہو مرتبے میں، اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جو تم بیان کرتے ہو ○ انہوں نے کہا، اے عزیز! بے شک

لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ

اس (بنیامین) کا باپ ہے بوڑھا بڑی عمر والا، پس آپ لے لیں کسی ایک کو ہم میں سے اس کی جگہ، بے شک ہم دیکھتے ہیں آپ کو

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

احسان کرنیوالوں میں سے ○ یوسف نے کہا، پناہ اللہ کی اس بات سے کہ لیں ہم (کسی اور کو) سوائے اس شخص کے کہ پایا ہم نے

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾

سامان اپنا اس کے پاس، (ایسا کیا تو) بلاشبہ ہم اسوقت البتہ ظالم ہونگے ○

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ ﴾ ''تو اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی'' یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو، جس کو لانے کے لیے انہوں نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا تھا، پاس بلا کر اپنے ساتھ بٹھایا اور بھائیوں سے اس کو الگ کر لیا اور اسے تمام حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔ ﴿ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ ﴾ ''اس نے کہا' میں تیرا بھائی ہوں' پس غمگین مت ہو'' یعنی غم زدہ نہ ہو ﴿ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''ان کاموں سے جو یہ کرتے رہے ہیں'' کیونکہ ہماری عاقبت اچھی ہے' پھر انہوں نے بنیامین کو اپنے اس منصوبے اور حیلے سے آگاہ کیا جس کے مطابق یوسف علیہ السلام 'بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے جب تک کہ معاملہ اپنے انجام کو نہیں پہنچ جاتا۔ ﴿ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ﴾ ''پس جب تیار کر دیا ان کے واسطے ان کا اسباب'' یعنی جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں میں سے ہر ایک کو غلہ ناپ کر دے دیا' ان میں ان کا حقیقی بھائی بنیامین بھی شامل تھا۔ ﴿ جَعَلَ السِّقَايَةَ ﴾ ''تو رکھ دیا پینے کا پیالہ'' اس سے مراد وہ پیالہ ہے جس میں پانی پیا جاتا ہے اور اس میں اناج وغیرہ بھی ناپا جاتا ہے ﴿ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ ﴾ یعنی پیالہ بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔ پھر جب انہوں نے اپنا سامان سمیٹ لیا اور وہ کوچ کرنے لگے تو ﴿ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴾ ''اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو'' شاید اعلان کرنے والے کو حقیقت حال کا علم نہیں تھا۔

﴿ قَالُوْا ﴾ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: ﴿ وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ ﴾ ''اوران کی طرف متوجہ ہوئے'' تہمت کودور کرنے کے لئے' کیونکہ چور ہمیشہ اس شخص سے دور ہونے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس نے چوری کی ہوتا کہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے اور یہ لوگ ان کے پاس واپس آ گئے' تہمت کے ازالے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس صورت میں انہوں نے اعلان کرنے والوں سے پوچھا ﴿ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴾ ''تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟'' انہوں نے یہ نہیں پوچھا ''ہم نے تمہاری کیا چیز چرالی ہے؟'' کیونکہ وہ چوری کے اس الزام سے اپنے آپ کو یقینی طور پر بری سمجھتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ ﴾ ''ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اس کو لائے گا' اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے'' یعنی اس کو ڈھونڈنے کی اجرت میں ایک بار شتر اناج ملے گا ﴿ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴾ ''اور میں اس کا ضامن ہوں۔'' یعنی یہ اناج دلانے کا میں ذمہ لیتا ہوں' یہ بات تلاش کرنے والے نے کہی تھی۔ ﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''انہوں نے کہا' اللہ کی قسم' تم جانتے ہو' ہم ملک میں بگاڑ ڈالنے کے لئے نہیں آئے'' گناہوں کی تمام اقسام کے ذریعے سے ﴿ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴾ ''اور نہ ہم چور ہی ہیں'' کیونکہ چوری فساد فی الارض کی سب سے بڑی قسم ہے۔

انہوں نے قسم اس لئے اٹھائی تھی' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فساد پھیلانے والے ہیں نہ چور۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے احوال کی خوب جانچ پڑتال ہوئی ہے جو ان کی پاکیزگی اور پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ کام ان کے علم سے نہیں ہوسکتا جن پر وہ چوری کی تہمت لگا رہے ہیں...... یہ پیرایہ چوری کی تہمت کی نفی میں اس فقرے سے زیادہ بلیغ ہے (تَاللّٰهِ لَمْ نُفْسِدْ فِي الْاَرْضِ وَلَمْ نَسْرِقْ) ''اللہ کی قسم ہم نے زمین میں فساد کیا ہے نہ ہم نے چوری کی ہے۔'' ﴿ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ ﴾ ''انہوں نے کہا' تو اس کی جزا کیا ہے'' یعنی اس فعل کی جزا کیا ہوگی ﴿ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴾ ''اگر تم جھوٹے ہوئے؟'' یعنی اگر بادشاہ کا پیمانہ تمہارے پاس ہوا۔

﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ ﴾ ''انہوں نے کہا' اس کی جزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ پایا جائے تو وہی'' یعنی جس کے سامان میں موجود ہوگا ﴿ جَزَآؤُهٗ ﴾ ''اس کی جزا ہے''۔ یعنی جس کی چوری کی گئی ہے وہ اس کا مالک بن جائے گا' ان کے دین میں چوری کی سزا یہ تھی کہ اگر اس پر چوری کا الزام ثابت ہو جاتا تو وہ مال مسروقہ کے مالک کی ملکیت بن جاتا، اسی لئے انہوں نے کہا: ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

﴿ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ﴾ ''پھر انہوں نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے ان کے سامان کو دیکھنا شروع کیا۔'' یعنی تلاشی لینے والے نے پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خرجیوں کی تلاشی لی' تاکہ وہ شک زائل ہو جائے کہ سب کچھ قصداً کیا گیا ہے۔ ﴿ ثُمَّ ﴾ ''پھر'' یعنی جب بھائیوں کی خرجیوں سے کچھ نہ ملا، تو

﴿ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ﴾ ''اس برتن کو نکال لیا اپنے بھائی کی خرجی سے'' یعنی حقیقت واقعہ کی رعایت رکھتے ہوئے (وَجَدَهَا) یا (سَرَقَهَا) نہیں کہا۔

اس طرح یوسف علیہ السلام کے اس منصوبے کی تکمیل ہوگئی جس کے مطابق وہ اپنے بھائی کو اس طرح اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بھائیوں کو اصل صورت حال کا علم نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ﴾ ''اس طرح تدبیر کی ہم نے یوسف کے لئے'' یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے اس تدبیر کو آسان کر دیا جس کے ذریعے سے وہ غیر مذموم طریقے سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ﴿ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ ﴾ ''وہ اپنے بھائی کو نہیں لے سکتا تھا اس بادشاہ کے دین میں'' یعنی بادشاہ کے قانون کے مطابق مال مسروقہ کے مالک کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ چور کا مالک بن سکے۔ ان کے ہاں چوری کی کوئی اور سزا تھی۔ اگر فیصلہ بادشاہ کے قانون کے مطابق ہوتا تو یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اپنے پاس نہ رکھ سکتے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فیصلہ کروایا' تاکہ ان کے منصوبے کی تکمیل ہو۔

﴿ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ﴾ ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں'' یعنی علم نافع اور اس راستے کی معرفت عطا کر کے جو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ جیسے ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے درجات بلند کئے۔ ﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔'' یعنی ہر صاحب علم کے اوپر ایک شخص ہوتا ہے جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے' یہاں تک کہ یہ سلسلہ غائب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی تک جا پہنچتا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ معاملہ دیکھا' تو ﴿ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ ﴾ ''انہوں نے کہا' اگر اس (بھائی) نے چوری کی ہے'' تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ﴿ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' ان کی مراد یوسف علیہ السلام تھے۔ ان کا مقصود خود اپنی براءت کا اظہار کرنا تھا۔ نیز یہ کہ بنیامین اور اس کے بھائی سے چوری صادر ہوئی ہے اور یہ دونوں ہمارے حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ یہ ان کی طرف سے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش تھی۔ اس لئے یوسف علیہ السلام نے اس کے جواب کو اپنے دل میں رکھا۔ ﴿ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ﴾ ''اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا'' اس لئے ان کی اس بات پر کسی ایسے رد عمل کا اظہار نہ کیا جو انہیں ناگوار گزرے' بلکہ وہ اپنے غصے کو پی گئے اور تمام معاملے کو اپنے دل میں چھپا لیا۔ ﴿ قَالَ ﴾ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا: ﴿ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ ''تم بدتر ہو درجے میں'' کیونکہ تم نے ایک بے بنیاد بات پر ہماری مذمت کی ہے اور خود اس سے بھی بدتر اعمال کے مرتکب ہوئے ہو۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴾ ''اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو'' ہماری بابت' جو تم ہمیں سرقہ سے متصف کرتے ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم چوری کے بہتان سے بری ہیں۔

پھر انہوں نے یوسف علیہ السلام کی خوشامد شروع کر دی شاید کہ وہ ان کے بھائی کے بارے میں نرمی سے کام لیں، پس ﴿ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا ﴾ ''انہوں نے کہا' اے عزیز! اس کا باپ بوڑھا ہے' بڑی عمر کا'' یعنی وہ اس کی جدائی پر صبر نہیں کر سکے گا' اس کی جدائی اس پر بہت شاق گزرے گی۔ ﴿ فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ ''پس اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لے یقیناً ہم تجھے احسان کرنے والا دیکھتے ہیں'' پس ہم پر اور ہمارے باپ پر احسان کیجئے۔

﴿ قَالَ ﴾ یوسف علیہ السلام نے کہا: ﴿ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ﴾ ''اللہ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں۔'' یعنی ہماری طرف سے یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اگر ہم اس شخص کے بدلے جس کے پاس سے ہمارا مال برآمد ہوا ہے، ایک بے گناہ شخص کو پکڑ لیں۔ یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا ''جس نے چوری کی'' یہ جھوٹ سے احتراز ہے۔

﴿ اِنَّاۤ اِذًا ﴾ ''ہم تو پھر'' یعنی اگر ہم اس شخص کو پکڑنے کی بجائے جس کے سامان سے ہمارا مال برآمد ہوا ہے کسی اور شخص کو پکڑ لیں ﴿ لَّظٰلِمُوْنَ ﴾ ''ظالم ہوں گے'' کیونکہ اس طرح ہم ایسے شخص کو سزا دیں گے جو سزا کا مستحق نہیں۔

فَلَمَّا اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا

پس جب وہ ناامید ہو گئے اس سے تو الگ ہوئے وہ (اور لگے) باہم مشورہ کرنے' کہا ان کے بڑے نے، کیا نہیں جانتے تم

اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ

کہ بے شک تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے پختہ وعدہ اللہ کا؟ اور (کیا نہیں جانتے) اس سے پہلے جو کوتاہی کر چکے ہو تم

فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ

یوسف کی بابت؟ پس ہرگز نہیں چھوڑوں گا میں تو اس زمین (مصر) کو یہاں تک کہ اجازت دے میرے لئے میرا باپ یا فیصلہ کر دے اللہ

لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝٨٠ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ

میرے لئے، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ○ (اے بھائیو!) تم واپس جاؤ طرف باپ اپنے کی اور کہو' اے ہمارے باپ!

اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ

بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور نہیں گواہی دی ہم نے مگر ساتھ اس چیز کے جس کا علم تھا ہمیں، اور نہیں تھے ہم غیب کے

حٰفِظِیْنَ ۝٨١ وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ

یاد رکھنے والے ○ اور پوچھ لیجئے اس بستی (والوں) سے کہ تھے ہم اس میں اور اس قافلہ (والوں) سے (بھی) کہ آئے ہیں ہم اس میں،

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝٨٢ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ

اور بے شک ہم البتہ سچے ہیں ○ یعقوب نے کہا، (حقیقت یہ نہیں) بلکہ بنالی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک بات، پس صبر ہی بہتر ہے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

امید ہے اللہ، یہ کہ لے آئے میرے پاس ان کو اکٹھا، بے شک وہی ہے خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ○

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی اس بارے میں مایوس ہو گئے کہ وہ ان کے بھائی کے معاملے میں نرمی اختیار کریں۔ ﴿ خَلَصُوْا نَجِيًّا ﴾ ''تو وہ علیحدگی میں اکٹھے ہوئے اور صلاح کرنے لگے۔'' جہاں کوئی اور موجود نہ تھا انہوں نے سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا۔ ﴿ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''ان کے بڑے نے کہا' کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا'' یعنی تم سے اس کی حفاظت کرنے اور ساتھ لے کر آنے کا عہد لیا تھا، سوائے اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر کر بے بس ہو جاؤ۔ ﴿ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ﴾ ''اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں کوتاہی کر چکے ہو'' پس تم میں دو امور اکٹھے ہو گئے ہیں۔

(۱) یوسف علیہ السلام کے بارے میں تمہاری گزشتہ کوتاہی۔

(۲) اس کے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ نہ لانا...... میرے پاس تو ایسی کوئی دلیل نہیں جس کے ذریعے سے میں اپنے باپ کا سامنا کر سکوں۔

﴿ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ ﴾ پس میں تو یہیں مقیم رہوں گا اور یہاں سے نہیں جاؤں گا ﴿ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ﴾ ''یہاں تک کہ حکم دے مجھ کو میرا باپ یا اللہ میری بابت فیصلہ کر دے'' یعنی اللہ تعالیٰ میرے لئے اکیلے یا بھائی کے ساتھ آنا مقدر کر دے۔ ﴿ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ ''اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے'' پھر اس نے اپنے بھائیوں کو وصیت کی کہ انہیں اپنے باپ سے جا کر کیا کہنا ہے۔

﴿ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ﴾ ''اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو' ابا جان! آپ کے بیٹے نے تو چوری کی'' یعنی وہ چوری کے جرم میں دھر لیا گیا ہے اس کے باوجود کہ ہم نے اس کے بارے میں بھرپور کوشش کی مگر ہم اس کو ساتھ نہ لا سکے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہم کسی ایسی چیز کی گواہی نہیں دیتے جو ہمارے سامنے نہ تھی ہم تو صرف اسی چیز کا مشاہدہ کر سکتے تھے جو ہمارے سامنے تھی' کیونکہ ہم نے مشاہدہ کیا کہ بادشاہ کا پیمانہ بنیامین کی خرجی سے برآمد ہوا۔ ﴿ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴾ ''اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا'' اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کرتے نہ اس کو ساتھ لے جانے کے لیے اتنی کوشش کرتے اور نہ آپ کو کوئی عہد دیتے۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔

﴿ وَسْـَٔلِ ﴾ ''اور دریافت کر لیجیے'' یعنی اگر آپ کو ہماری بات میں کوئی شک ہے، تو ﴿ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ﴾ ''اس بستی سے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے جس میں ہم آئے ہیں''

ہم نے جو آپ کو خبر سنائی ہے وہ اس کے بارے میں پوری اطلاع رکھتے ہیں۔ ﴿ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ ''اور ہم البتہ سچے ہیں'' ہم نے جھوٹ بولا ہے نہ ہم نے تغیر و تبدل کیا ہے' بلکہ یہی واقعات ہیں۔ (جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں)

جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس پہنچے اور انہیں ان واقعات سے آگاہ کیا تو یعقوب علیہ السلام بہت غم زدہ ہوئے اور ان کی اداسی کئی گنا بڑھ گئی۔ پہلے کی طرح اس واقعہ میں بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو متہم قرار دیا ﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ﴾ ''(اور) کہا بلکہ بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات' پس اب صبر ہی بہتر ہے'' یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ غم و کرب بہت شدید ہو گیا تو انہوں نے سکون کا سہارا لینے کے لیے کہا: ﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ﴾ ''شاید اللہ لے آئے میرے پاس ان سب کو'' یعنی یوسف' بنیامین اور سب سے بڑا بھائی' جو مصر میں رہ پڑا تھا۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ ﴾ ''بے شک وہ جاننے والا ہے'' جو میرے حال کو جانتا ہے' جو یہ بھی جانتا ہے کہ میں اس کی طرف سے کشادگی اور نوازش کا محتاج اور اس کے احسان کا ضرورت مند ہوں۔ ﴿ الْحَكِيْمُ ﴾ ''وہ دانا ہے۔'' جس نے اپنی حکمت ربانی کے تقاضے کے مطابق ہر چیز کا اندازہ اور اس کا منتہا مقرر کیا ہے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ

اور اس نے منہ پھیرا ان سے اور کہا ہائے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کی غم سے اور وہ

كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا

غم سے بھرا ہوا تھا ○ انہوں نے کہا' قسم اللہ کی! تو سدا یاد کرتا رہے گا یوسف کو یہاں تک کہ ہو جائے تو (غم میں) گھل جانے والا

اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ

یا ہو جائے تو ہلاک ہونے والوں سے ○ اس نے کہا' میں تو شکایت کرتا ہوں اپنی بے قراری اور اپنے غم کی صرف اللہ کی طرف

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو نہیں جانتے تم ○

یعنی جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے انہیں یہ خبر سنائی تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا' ان پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا' دل میں چھپے ہوئے غم اور کرب کی وجہ سے رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ ﴿ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴾ ''سو وہ اپنے آپ کو گھونٹ رہا تھا'' یعنی ان کا دل حزن و غم سے لبریز تھا۔ ﴿ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ ﴾ ''اور کہا' اے افسوس یوسف پر'' یعنی پرانا حزن و غم اور نہ ختم ہونے والا اشتیاق جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا' ظاہر ہو گیا اور اس نئی اور پہلی مصیبت کی نسبت قدرے ہلکی مصیبت نے پہلی

مصیبت کی یاد تازہ کردی۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے حال پر تعجب کرتے ہوئے کہا: ﴿ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ ﴾ ''اللہ کی قسم! آپ اسی طرح یوسف کو یاد کرتے رہیں گے'' یعنی آپ اپنے تمام احوال میں یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے۔ ﴿ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا ﴾ ''یہاں تک کہ آپ فنا ہو جائیں گے'' آپ حرکت تک نہیں کرسکیں گے اور آپ میں بولنے کی قدرت نہیں رہے گی۔ ﴿ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴾ ''یا ہو جائیں گے آپ ہلاک'' یعنی آپ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے اس کو یاد کرنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے کہا: ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ ﴾ ''میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب'' یعنی میں جو بات کرتا ہوں ﴿ وَحُزْنِيْٓ ﴾ ''اور اپنا غم'' وہ جو میرے دل میں پوشیدہ ہے ﴿ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کے سامنے'' یعنی میں اپنے حزن و غم کا شکوہ تمہارے پاس یا کسی اور کے پاس نہیں کرتا' بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس کرتا ہوں۔ اس لئے تم جو چاہو کہتے رہو۔ ﴿ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے'' یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں میرے پاس لوٹائے گا اور ان سب کو میرے پاس اکٹھا کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ
اے میرے بیٹو! تم جاؤ اور تلاش کرو یوسف اور اس کے بھائی کو، اور نہ مایوس ہو اللہ کی رحمت سے،
اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ
بے شک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ ہی ○ پھر جب وہ داخل ہوئے یوسف پر
قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ
تو انہوں نے کہا، اے عزیز! پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو تکلیف اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص،
فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝۸۸
پس آپ پورا دیجئے ہمارے لئے ماپ (غلے کا) اور صدقہ خیرات کیجئے ہم پر، بے شک اللہ جزا دیتا ہے صدقہ خیرات کرنے والوں کو ○

یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا: ﴿ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ ﴾ ''اے بیٹو! جاؤ اور تلاش کرو یوسف اور اس کے بھائی کو'' یعنی پوری حرص اور کوشش کے ساتھ دونوں کو تلاش کرو۔ ﴿ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ کے فیض سے ناامید نہ ہو'' کیونکہ امید بندے کو اپنے مقصد کے لیے کوشش اور جدوجہد کے لیے آمادہ کرتی ہے اور مایوسی اسے سست اور کاہل بنا دیتی ہے اور سب سے بہترین چیز جس کی بندے کو امید رکھنی چاہئے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت و مہربانی۔ ﴿ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ کے فیض سے کافر ہی ناامید ہوتے ہیں'' کیونکہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ کو

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہے' اس لئے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرو۔
یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنے ایمان کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی کی امید رکھتا ہے۔

پس وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ "جب وہ اس کے پاس گئے" یعنی جب وہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿قَالُوْا﴾ تو انہوں نے عاجزی کے ساتھ عرض کیا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾ "اے عزیز! پڑی ہے ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر سختی اور ہم ناقص پونجی لے کر آئے ہیں' سو ہمیں بھرتی پوری دیں اور ہم پر خیرات کریں" یعنی ہم اور ہمارے اہل وعیال سخت محتاج ہو گئے ہیں۔ ﴿وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ﴾ "اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں۔" یعنی ہم ایسا مال لے کر آئے ہیں جو قلیل' بے وقعت ہونے کی بنا پر کسی اہمیت کا حامل نہیں۔

﴿فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ﴾ "پس آپ ہمیں پورا غلہ دیجیے۔" یعنی ہمارے پاس قیمت کم ہونے کے باوجود' ہمیں قیمت سے زیادہ غلہ عنایت کر کے ہم پر صدقہ کیجئے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ﴾ "بیشک اللہ صدقہ کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو دنیا وآخرت کا ثواب عطا کرتا ہے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا
یوسف نے کہا، کیا معلوم ہے تمہیں جو کچھ کیا تم نے ساتھ یوسف اور اس کے بھائی کے جب تھے تم نادان؟ ○ انہوں نے کہا،
ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ
کیا واقعی تو یوسف ہی ہے؟ اس نے کہا، (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، تحقیق احسان کیا ہے اللہ نے ہم پر،
اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ
بے شک جو شخص ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ○ انہوں نے کہا، قسم اللہ کی!
لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ
یقیناً فضیلت دی تجھے اللہ نے ہم پر، اور بلاشبہ ہم ہی تھے خطا کار ○ اس نے کہا، نہیں کوئی ملامت اوپر تمہارے آج،
يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾
معاف کرے اللہ تمہیں اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ○

جب معاملہ اپنی انتہا اور شدت کو پہنچ گیا' تو یوسف علیہ السلام نرم پڑ گئے اور انہوں نے ان کو اپنا تعارف کرایا اور ان پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ﴾ "کیا تمہیں معلوم ہے' تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟" رہے یوسف علیہ السلام تو ان کے ساتھ ان کا سلوک ظاہر ہے اور رہا ان کا بھائی بنیامین تو شاید...... واللہ اعلم...... اس سے مراد بھائیوں کا یہ قول ہے ﴿قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ﴾

(یوسف: ۱۲/۷۷) یا اس سے مراد وہ حادثہ ہے جس کی بنا پر باپ اور بیٹے میں جدائی واقع ہوئی اور اس جدائی کے اصل سبب اور موجب وہی تھے۔ ﴿اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴾ ''جب تم ناسمجھ تھے'' یہ ان کی جہالت پر ایک قسم کا اعتذار ہے یا ان پر زجر و توبیخ ہے کیونکہ انہوں نے جاہلوں کا سا کام کیا' حالانکہ یہ کام ان کے شایان شان نہیں تھا۔

انہوں نے پہچان لیا کہ جو شخص ان سے مخاطب ہے وہ یوسف ہے اس لئے انہوں نے پوچھا: ﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''کیا آپ یوسف ہیں؟ انہوں نے کہا' ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے' اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے'' کہ اس نے ہمیں ایمان' تقویٰ اور زمین میں اقتدار سے نوازا۔ یہ سب کچھ صبر اور تقویٰ کا ثمرہ ہے۔ ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ﴾ ''بے شک جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے'' یعنی جو کوئی فعل حرام سے پرہیز کرتا ہے' آلام و مصائب پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' یہ تمام امور احسان کے زمرے میں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال حسنہ کو ضائع نہیں کرتا۔

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا' اللہ کی قسم' اللہ نے آپ کو ہمارے مقابلے میں پسند کر لیا ہے'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق اور محاسن عادات کے ذریعے سے ہم پر فضیلت سے نوازا۔ ہم نے آپ کے ساتھ انتہائی برا سلوک کیا' ہم نے آپ کو تکلیف پہنچانے اور آپ کو اپنے باپ سے دور کرنے کی خواہش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت بخشی اور ان امور کو آپ کے لیے ممکن بنا دیا جو آپ چاہتے تھے۔ ﴿وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم خطا کار تھے۔''

﴿قَالَ﴾ یوسف علیہ السلام نے اپنے جود و کرم کی بنا پر ان سے کہا: ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ ''آج تم پر کوئی الزام نہیں'' یعنی میں تمہارا کوئی مواخذہ اور تم پر کوئی ملامت نہیں کرتا۔ ﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اللہ تمہیں معاف کرے' وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے گزشتہ جرائم پر عار دلائے بغیر ان کے ساتھ انتہائی نرمی اور فراخ دلی کا سلوک کیا اور ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی' یہ احسان کی انتہا ہے' اس سلوک کا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کے خاص اور چنے ہوئے بندے ہی کر سکتے ہیں۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ

لے جاؤ تم قمیص میری یہ پس ڈال دو اسے اوپر چہرے میرے باپ کے، ہو جائے گا وہ دیکھنے والا اور لے آؤ تم میرے پاس

بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ

اپنے اہل و عیال کو سب کو ○ اور جب نکلا قافلہ (مصر سے) تو کہا ان کے باپ نے، بے شک میں پاتا ہوں مہک

يُوْسُفَ لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

یوسف کی، اگر نہ بہکا ہوا کہو تم مجھے○ انہوں نے کہا! قسم اللہ کی، بے شک تو البتہ اپنی پرانی غلطی میں ہے○

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

پس جب آیا خوشخبری دینے والا تو ڈالی اسنے وہ قمیص اوپر اسکے چہرے کے، تو پھر سے ہو گیا وہ دیکھنے والا، یعقوب نے کہا، کیا نہیں کہا تھا میں نے

لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا

تم سے بے شک میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ جو نہیں جانتے تم○ انہوں نے کہا، اے ہمارے باپ! مغفرت طلب کر ہمارے لیے

ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ

ہمارے گناہوں کی بے شک ہم ہی تھے خطا کار○ اس نے کہا، عنقریب میں مغفرت طلب کروں گا تمہارے لئے اپنے رب سے،

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

بے شک وہی غفور ہے رحیم ہے○

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا﴾ ''تم میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا' وہ آنکھوں سے دیکھتا ہوا آئے گا'' کیونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ اس قمیص میں چونکہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا اثر تھا جس کی جدائی نے اپنے باپ کے دل کو اس قدر حزن و غم سے لبریز کر دیا تھا...... جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے...... حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ قمیص ان کے باپ کو سونگھائی جائے تو ان کی روح، ان کا نفس اور ان کی بصارت لوٹ آئے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار پنہاں ہیں جن کو بندے نہیں جانتے مگر اس معاملے پر یوسف علیہ السلام کو مطلع کیا گیا۔ ﴿وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور میرے پاس اپنا سارا گھر لے آؤ'' یعنی اپنے بال بچوں' قبیلے والوں اور دیگر تمام متعلقہ لوگوں کو میرے پاس لاؤ تاکہ ملاقات کی تکمیل ہو اور تمہاری معاشی بدحالی اور رزق کی تنگی دور ہو۔ ﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا'' یعنی مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا تو یعقوب علیہ السلام نے قمیص کی خوشبو سونگھ لی اور کہنے لگے: ﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾ ''میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں' اگر تم میرا تمسخر نہ اڑاؤ'' اور یہ نہ سمجھو کہ بات مجھ سے غیر شعوری طور پر صادر ہوئی ہے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے اس حال میں ان کی طرف سے تعجب کا مظاہرہ ہی دیکھا جو اس قول کا موجب بنا۔

پس وہی کچھ ہوا جو حضرت یعقوب علیہ السلام سمجھتے تھے، چنانچہ وہ کہنے لگے: ﴿تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾ ''اللہ کی قسم! آپ تو اسی پرانی غلطی میں ہیں'' یعنی آپ تو ہمیشہ محبت کے سمندر میں سرگرداں رہیں گے' آپ نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ ﴾ ''پس جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا'' یعنی جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام' ان کے بھائیوں اور ان کے باپ کے اجتماع کی خوشخبری لے کر آیا ﴿ اَلْقٰىهُ ﴾ ''تو ڈال دیا اس کو'' یعنی قمیص کو ﴿ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ﴾ ''ان کے چہرے پر' جس سے وہ دوبارہ دیکھنے والے ہو گئے'' یعنی یعقوب علیہ السلام اپنی پہلی سی بصارت والی حالت میں آ گئے حالانکہ غم و اندوہ کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے...... جو وہاں موجود تھے اور جو ان کی رائے کو جھٹلاتے رہے تھے اور ان پر تعجب کر رہے تھے...... اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہو کر فاتحانہ انداز میں کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کیونکہ میں یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید رکھتا تھا اور حزن و غم کے ختم ہونے کا منتظر تھا۔

جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴾ ''ابا جان! ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کریں بے شک ہم گناہ گار تھے'' کیونکہ ہم نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی بنا پر ہم خطا کار ہیں۔ ﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے جواب دیا: ﴿ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''میں ضرور تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا' بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے''۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں بخش دے گا' تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب نے ان کے لیے استغفار کو فضیلت والے وقت سحر تک موخر کر دیا تاکہ استغفار کامل ترین اور قبولیت کے قریب ترین ہو۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ

پس جب داخل ہوئے وہ اوپر یوسف کے تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا، داخل ہو تم مصر میں اگر

شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ

چاہا اللہ نے امن سے ○ اور اس نے اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو اوپر تخت کے، اور گر پڑے وہ سب واسطے اسکے سجدہ کرتے ہوئے،

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ

اور یوسف نے کہا، اے میرے باپ! یہ ہے تعبیر میرے خواب کی جو اس سے پہلے (دیکھا) تھا، تحقیق کر دیا ہے اسے میرے رب نے سچا،

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

اور تحقیق احسان کیا اس نے میرے ساتھ جب اس نے نکالا مجھے قید خانے سے اور لے آیا تمہیں (یہاں) صحرا سے،

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ

بعد اس کے کہ اختلاف ڈال دیا تھا شیطان نے درمیان میرے اور درمیان میرے بھائیوں کے، بے شک میرا رب

لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

خوب تدبیر کرنے والا ہے واسطے اس کے جو وہ چاہتا ہے، بے شک وہی ہے خوب جاننے والا بڑا حکمت والا ○

﴿فَلَمَّا﴾ جب یعقوب علیہ السلام ان کے بیٹے اور تمام گھر والے تیار ہو کر اپنے ملک فلسطین سے روانہ ہوئے ان کا مقصد مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ کر وہاں آباد ہونا تھا، پس جب وہ مصر پہنچ گئے ﴿دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ﴾ "وہ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی" یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ بٹھایا ان کو اپنا قرب عطا کیا اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ ﴿وَقَالَ﴾ اور اپنے تمام گھر والوں سے کہا: ﴿ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ "داخل ہو مصر میں، اگر اللہ نے چاہا، بے خوف ہو کر" ہر قسم کے خطرناک حالات اور سختیوں سے محفوظ ہو۔ وہ اسی حالت میں مصر میں داخل ہوئے ان سے تمام سختی اور معاشی تنگی دور ہو گئی اور بہجت و سرور حاصل ہو گیا۔ ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَي الْعَرْشِ﴾ "اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر" یعنی انہیں شاہی تخت اور مقام عزت پر بٹھایا ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ "اور سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑے" یعنی یوسف علیہ السلام کے والدین اور ان کے بھائی ان کی تعظیم اور عزت و اکرام کے لیے ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ ﴿وَقَالَ﴾ جب یوسف علیہ السلام نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ وہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، تو کہنے لگے: ﴿يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ﴾ "ابا جان! یہ ہے تعبیر میرے خواب کی جو اس سے پہلے دیکھا تھا" یعنی جب یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ تھی اس خواب کی تعبیر، جو اس مقام پر پہنچ کر پوری ہوئی۔ ﴿قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا﴾ "میرے رب نے اسے سچ کر دیا۔" یعنی میرے رب نے اس خواب کو حقیقت بنا دکھایا اور اسے خواب پریشان نہ بنایا۔ ﴿وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ﴾ "اور اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا" ﴿اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ﴾ "جب اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم کو گاؤں سے (یہاں) لے آیا" یہ یوسف علیہ السلام کی مہربانی اور حسن تخاطب ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے لئے اتمام عفو کی خاطر اپنی حالت قید کا تو ذکر کیا مگر اندھے کنوئیں میں ان پر جو کچھ گزری، اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے قصور کا ذکر کیا نیز ان کو صحرا سے مصر لانے میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کیا۔

یوسف علیہ السلام نے یہ پیرایہ بھی اختیار نہیں کیا کہ "تمہیں بھوک اور بدحالی سے نکال کر یہاں لایا" نہ یہ کہا "اس نے تم پر احسان کیا" بلکہ کہا "اس نے مجھ پر احسان فرمایا" اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو اپنی طرف لوٹایا۔ نہایت بابرکت ہے وہ ذات جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتی ہے اپنی رحمت کے لیے مختص کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کو اپنی طرف سے بے پایاں رحمت سے نوازتا ہے وہ بہت زیادہ نوازشات کرنے والا ہے۔

﴿مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ﴾ ”بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا“ اور یہ نہیں کہا: (نَزَغَ الشَّيْطَانُ اِخْوَتِي) ”شیطان نے میرے بھائیوں کو بہکا دیا“ بلکہ پیرایہ یہ استعمال کیا گیا گویا گناہ اور جہالت دونوں طرف سے صادر ہوئی...... تمام ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے شیطان کو رسوا کر کے دھتکار دیا اور اس انتہائی تکلیف دہ جدائی کے بعد اس نے ہمیں پھر اکٹھا کر دیا۔

﴿اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ﴾ ”بے شک میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے“ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے کرم اور احسان سے اس طرح نوازتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا اور بعض ناپسندیدہ امور کے ذریعے سے بلند ترین منازل پر پہنچا دیتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ﴾ ”بے شک وہ جاننے والا“ یعنی وہ جو تمام معاملات کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہ بندوں کے ضمیر میں نہاں رازوں کو بھی جانتا ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے اور تمام امور کو ان کے اوقات مقررہ پر وقوع پذیر کرتا ہے۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ

اے میرے رب! تحقیق دی تو نے مجھے کچھ بادشاہی، اور سکھائی تو نے مجھے تعبیر خوابوں کی،

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں،

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

تو فوت کر مجھے مسلمان اور ملا دے مجھے ساتھ صالحین کے O

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں مکمل اقتدار عطا کر دیا اور ان کے والدین اور بھائیوں کی ملاقات کے ذریعے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں، تو یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرتے، اس پر اس کا شکر ادا کرتے اور اسلام پر ثبات اور استقامت کی دعا کرتے ہوئے کہا: ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ﴾ ”اے رب تو نے مجھے بادشاہی سے حصہ دیا“ یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ زمین کے خزانوں کے منتظم اور بادشاہ کے بہت بڑے وزیر تھے۔ ﴿وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ”اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا“ یعنی تو نے مجھے آسمانی کتاب کی تفسیر اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا۔ ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا﴾ ”اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے اسلام پر موت دے“ یعنی مجھے اسلام پر قائم اور ثابت قدم رکھ حتیٰ کہ اسلام ہی پر مجھے وفات دے۔ یہ دعا موت کے جلدی آنے کی دعا نہیں ہے۔ ﴿وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾

’’اور مجھے نیک بندوں میں داخل کر دیجئے۔‘‘ یعنی مجھے انبیاء وابرار اپنے چنے ہوئے اور بہترین بندوں میں شامل کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ

یہ کچھ خبریں ہیں غیب کی، ہم وحی کرتے ہیں یہ آپ کی طرف، اور نہیں تھے آپ پاس ان (برادران یوسف) کے

اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

جب اتفاق کیا تھا انہوں نے اپنے معاملے پر، اور وہ مکر و فریب کرتے تھے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول مصطفیٰ ﷺ پر یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ خبر جس سے ہم نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔ ﴿مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ﴾ ’’غیب کی خبریں ہیں‘ جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں‘‘ اور اگر ہم آپ کی طرف وحی نہ کرتے تو اس جلیل القدر واقعہ کی خبر آپ تک نہ پہنچ سکتی۔ ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ﴾ ’’اور آپ ان کے پاس موجود نہ تھے‘‘ ﴿اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ﴾ ’’جب وہ اتفاق کر رہے تھے اپنے کام پر‘‘ یعنی یوسف کے بھائی فریب پر اتفاق کر رہے تھے۔ ﴿وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ﴾ ’’اور وہ چال چل رہے تھے۔‘‘ جب کہ ان کے اور ان کے باپ کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اس طرح سازش کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی اور نہ کسی کے لیے یہ ممکن ہی تھا کہ اصل واقعہ معلوم کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اصل واقعہ سے آگاہ نہ کرے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد وہ حالات بیان فرمائے جن کا علم‘ اللہ کی وحی کے بغیر مخلوق کو حاصل نہیں ہو سکتا‘ تو وہاں فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ......﴾ (القصص: ۲۸/۴۴) ’’اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی تو آپ طور کے غربی جانب نہ تھے اور نہ آپ اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔‘‘ اور یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ

اور نہیں اکثر لوگ، اگرچہ آپ حرص رکھیں، ایمان لانے والے ○ اور نہیں مانگتے آپ ان (مشرکین مکہ) سے اوپر اس (تبلیغ) کے

مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ

کوئی اجر، نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہان والوں کے لیے ○ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں (توحید اور قدرت الٰہی کی) آسمانوں

وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ

اور زمین میں کہ وہ گزرتے ہیں ان پر سے، اور وہ ان سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ○ اور نہیں ایمان لاتے اکثر انکے

بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ

ساتھ اللہ کے مگر وہ مشرک ہی ہوتے ہیں ○ کیا پس وہ بے خوف ہیں اس سے کہ آئے ان کے پاس چھا جانے والا کوئی

www.islamiurdubook.blogspot.com

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
عذاب اللہ کا یا آئے ان کے پاس قیامت اچانک، اور وہ نہ آگاہی رکھتے ہوں؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ ﴾ ''اور نہیں ہیں اکثر لوگ، اگرچہ آپ ان کے ایمان کی شدید خواہش رکھتے ہوں'' ﴿ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''ایمان لانے والے''۔ کیونکہ ان کے مدارک و مقاصد فاسد ہو چکے ہیں اس لئے خیر خواہوں کی خیر خواہی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ موانع معدوم ہی کیوں نہ ہوں، یعنی اگرچہ یہ خیر خواہ انہیں تعلیم دیتے رہیں انہیں ان امور کی طرف بلاتے رہیں جن میں ان کے لیے بھلائی اور ان سے شر کا دفعیہ ہے، خواہ یہ خیر خواہ اپنی صداقت پر شواہد، آیات اور دلائل ہی کیوں نہ پیش کریں۔ بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور آپ ان سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، یہ تو صرف جہانوں کے لئے نصیحت ہے'' اس کے ذریعے سے یہ نصیحت حاصل کرتے ہیں کہ کون سی چیز فائدہ مند ہے، تاکہ اس پر عمل کریں اور کون سی چیز نقصان دہ ہے تاکہ اسے چھوڑ دیں۔

﴿ وَ كَاَيِّنْ ﴾ ''اور کتنی ہی'' ﴿ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا ﴾ ''نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں، جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے'' جو توحید الٰہی پر دلالت کرتی ہیں ﴿ وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ ''اور یہ ان سے روگردانی کرتے ہیں۔'' ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ان میں سے کچھ لوگوں میں کچھ ایمان پایا بھی جاتا ہے، تو ﴿ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ ''ان اللہ کے ماننے والوں کی اکثریت مشرک ہے۔'' یعنی وہ اگرچہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے مگر وہ توحید الوہیت میں شرک کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ اب اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ ان پر نزول عذاب کے سوا کوئی بات باقی نہیں رہی اور یہ کہ ان کے پاس اچانک عذاب آ جائے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھتے ہوں۔

بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنُوْٓا ﴾ ''کیا یہ بے خوف ہیں'' یعنی کیا ان افعال کا ارتکاب کرنے اور آیات الٰہی سے روگردانی کرنے والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ﴿ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ ﴾ ''ان پر اللہ کا ایسا عذاب نازل ہو جو سب کو ڈھانپ لے'' اور ان کی جڑ کاٹ دے۔ ﴿ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ﴾ ''یا ان پر قیامت کی گھڑی اچانک آ جائے'' ﴿ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اور ان کو خبر نہ ہو۔'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کریں اور ان اسباب کو ترک کر دیں جو ان کے لیے عذاب کا باعث ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے، یہی ہے راستہ میرا، میں بلاتا ہوں (تمہیں) طرف اللہ کی، اوپر بصیرت کے ہوں میں اور وہ لوگ جنہوں نے میری پیروی کی،

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

اور پاک ہے اللہ (شریکوں سے)، اور نہیں میں مشرکوں میں سے ○ اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے آپ سے مگر مرد ہی،

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

ہم وحی کرتے تھے انکی طرف، بستیوں کے رہنے والوں میں سے، کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں، پس دیکھتے وہ کہ کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ

انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے؟ اور البتہ گھر آخرت کا بہت بہتر ہے

لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۹

واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، کیا پس نہیں عقل پکڑتے تم؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ''(لوگوں سے) کہہ دیجئے!'' ﴿ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ ﴾ ''یہ میرا راستہ ہے'' جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں' یہ راستہ اللہ تعالیٰ اور اس کے کرامت کے گھر تک پہنچاتا ہے جو علم حق' اس پر عمل کرنے' اس کو ترجیح دینے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص دین کو متضمن ہے۔ ﴿ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں'' یعنی میں تمام مخلوق اور تمام بندوں کو اپنے رب کے پاس پہنچنے پر آمادہ کرتا ہوں اور انہیں اس کی ترغیب دیتا ہوں اور انہیں ان تمام امور سے ڈراتا ہوں جو انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ﴿ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا ﴾ ''سمجھ بوجھ کر'' یعنی میں اپنے دین کے بارے میں بغیر کسی شک وشبہ کے پورے علم ویقین پر ہوں۔ ﴿ وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾ ''اور میرے متبعین بھی'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں جیسے میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں پوری بصیرت اور یقین کے ساتھ اس کی طرف بلاتا ہوں۔ ﴿ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ پاک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ایسے تمام امور کی نسبت سے پاک ہے جو اس کے کمال کے منافی ہیں اور اس کے جلال کے لائق نہیں۔ ﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''میں کسی بھی معاملے میں مشرکین میں شامل نہیں۔'' بلکہ دین کو صرف اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مرد ہی رسول بنا کر بھیجے'' یعنی ہم انسانوں کی ہدایت کے لیے فرشتے یا کوئی اور مخلوق نہیں بھیجتے۔ تب آپ ﷺ کی قوم کو آپ کی رسالت میں کون سی چیز انوکھی نظر آ رہی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس کو ان پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ پس آپ کے لیے انبیائے سابقین میں اسوۂ حسنہ ہے۔ ﴿ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ ''ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف، (وہ) بستیوں

کے رہنے والے ہیں'' یعنی یہ انبیائے کرام صحراؤں میں رہنے والے نہیں تھے' بلکہ بستیوں میں رہنے والے تھے جو سب سے زیادہ کامل عقل اور سب سے زیادہ صحیح رائے کے حامل تھے' تاکہ ان کا معاملہ نہایت واضح اور ان کی شان نمایاں ہو۔ ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''کیا پس انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی'' جب وہ آپ ﷺ کی بات کی تصدیق نہیں کرتے تو پھر کیا انہوں نے چل پھر کر نہیں دیکھا ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تو وہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا'' یعنی اور وہ دیکھتے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر ڈالا۔ لہذا تم بھی اس رویہ کو اختیار کرنے سے بچو جس رویے پر وہ قائم رہے ہیں ورنہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے گا جو ان پر نازل ہوا تھا۔ ﴿ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ﴾ ''اور آخرت کا گھر'' یعنی جنت اور جنت کی دائمی نعمتیں ﴿ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ﴾ ''ان لوگوں کے لئے بہتر ہیں جو پرہیز گار ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' کیونکہ دنیا کی نعمتیں منقطع ہو کر ختم ہو جانے والی ہیں۔ آخرت کی نعمت کامل اور کبھی نہ فنا ہونے والی ہے' بلکہ وہ ہمیشہ بڑھتی چلی جاتی ہے ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ (ھود: ۱۱/۱۰۸) ''یہ (اللہ تعالیٰ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہ ہو گی'' ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''کیا تم سمجھتے نہیں۔'' یعنی کیا تمہارے پاس اتنی سی بھی عقل نہیں جو اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح دے سکے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ

یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے رسول اور انہوں نے گمان کیا (وسوسے کی حد تک) کہ بے شک وہ جھوٹ بولے گئے تو آ گئی انکے پاس مدد ہماری

فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۱۱۰ لَقَدْ كَانَ

پھر نجات دی گئی اسے جسے ہم چاہتے تھے، اور نہیں پھیرا جاتا عذاب ہمارا مجرم قوم سے ○ البتہ تحقیق ہے

فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ

ان کے بیان (احوال) میں عبرت واسطے عقل والوں کے، نہیں ہے یہ (قرآن) ایسی بات کہ گھڑ لی گئی ہو، لیکن

تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى

(یہ تو) تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے اور تفصیل ہے ہر چیز کی، اور ہدایت ہے

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۱۱۱ ع ۱۲

اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ انبیاء کرام کو مبعوث فرماتا ہے ان کی قوم کے مجرم اور لئیم لوگ انہیں جھٹلا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت پر مہلت دیے چلا جاتا ہے یہاں تک کہ انبیاء کرام پر ان کی سختیاں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں اور انبیاء و مرسلین یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کے

وعد و وعید کی تصدیق کے باوجود کبھی کبھی ان کے دل میں مایوسی کا کوئی خیال سا گزرتا ہے اور ان کے علم اور یقین میں ایک قسم کا ضعف سا آ جاتا ہے۔ جب معاملہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے ﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ﴾ ''تو ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی' پس جن کو ہم نے چاہا' نجات دے دی گئی'' اس سے مراد انبیاء و رسل اور ان کے متبعین ہیں۔ ﴿وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھرا نہیں کرتا۔'' یعنی ہمارے عذاب کو مجرموں اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جرأت کرنے والے پر سے دور نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی کوئی پیش چل سکے گی نہ ان کی کوئی مدد کر سکے گا۔

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ﴾ ''ان کے قصے میں۔'' یعنی انبیاء و رسل کے اپنی قوم کے ساتھ قصے میں ﴿عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''عقل والوں کے لئے عبرت ہے'' یعنی وہ اہل خیر اور اہل شر کے بارے میں عبرت لیتے ہیں۔ جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا تو اپنے فعل کے مطابق کرامت یا اہانت کا مستحق ٹھہرے گا۔ وہ ان قصوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کی عظیم حکمت کا استنباط کرتے ہیں۔ نیز وہ ان قصوں سے اس حقیقت کو اخذ کرتے ہیں کہ اللہ واحد کے سوا عبادت کسی کے لیے مناسب نہیں۔

﴿مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى﴾ ''یہ ایسی بات نہیں جو بنالی گئی ہو۔'' یعنی یہ قرآن جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے' گھڑی ہوئی باتوں اور خودساختہ کہانیوں پر مشتمل نہیں ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''بلکہ جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔'' بلکہ کتب سابقہ کی تصدیق' ان کی موافقت اور ان کی صحت کی شہادت پر مشتمل ہے۔ ﴿وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز کی تفصیل ہے'' بندے جن کے محتاج ہیں' مثلاً دین کے اصول و فروع اور دلائل و براہین۔ ﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے'' یعنی اس سبب سے کہ اس قرآن کے ذریعے سے انہیں جو حق کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ حق کو ترجیح دیتے ہیں...... انہیں ہدایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں جو دنیاوی یا اخروی ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے سے رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔

ضمیمہ: اس عظیم قصہ میں بعض فوائد اور عبرتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر یہ مشتمل ہے۔ اس قصہ کی ابتدا میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ ''ہم آپ پر بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔'' اور فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ ''یوسف اور اس کے بھائیوں (کے واقعے) میں' پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' اور سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ﴾ ''ان کے واقعات میں عبرتیں ہیں۔'' یہ فوائد ان فوائد کے علاوہ ہیں جو (سورت کی تفسیر کے دوران) گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ قصہ سب سے اچھا' سب سے واضح اور سب سے صریح قصہ ہے' کیونکہ یہ مختلف انواع کے انتقالات پر مشتمل ہے' مثلاً ایک حال سے دوسرے حال میں' ایک امتحان سے دوسرے امتحان میں' امتحان سے اللہ تعالیٰ کی نوازشات میں' ذلت سے عزت میں' غلامی سے بادشاہی میں' تفرقہ وتشتت سے اجتماع واتحاد میں' حزن وغم سے مسرت وسرور میں' فراخی سے قحط میں' قحط سے شادابی میں' تنگی سے وسعت میں اور انکار سے اقرار میں انتقال۔ پس نہایت بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے یہ قصہ نہایت خوبصورت اور واضح اسلوب میں بیان کیا۔

(۲) اس سورۂ مبارکہ میں خواب کی تعبیر کی اصل بیان کی گئی ہے' کیونکہ علم تعبیر اہم علوم میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ عطا کرتا ہے۔ غالب طور پر علم تعبیر' نام اور صفات میں مناسبت اور مشابہت پر مبنی ہے' کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج' چاند اور ستارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ روشنی کے تینوں ذرائع آسمان کی زینت اور اس کا حسن و جمال ہیں اور انہی پر اس کے فوائد کا دارومدار ہے۔ اسی طرح انبیاء اور علماء زمین کی زینت اور اس کا حسن و جمال ہیں۔ جیسے اندھیروں میں ستاروں سے راہ نمائی لی جاتی ہے' اسی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں انبیاء اور علماء راہ دکھاتے ہیں۔ نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں اور باپ اصل ہیں اور ان کے بھائی فرع ہیں۔ پس مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ اصل' روشنی میں بھی اپنی فرع سے سب سے زیادہ بڑا ہو اور حجم کے اعتبار سے بھی عظیم تر۔ اس لئے سورج سے یوسف علیہ السلام کی ماں' چاند سے ان کے باپ اور ستاروں سے ان کے بھائی مراد ہیں اور ان میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ الشمس ایک مونث لفظ ہے' لہٰذا اس کی مناسبت ماں سے ہے۔ القمر اور الکواکب مذکر ہیں اس لئے ان کی مناسبت باپ اور بھائیوں سے ہے۔

نیز اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ بھی ہے کہ سجدہ کرنے والا مسجود لہٗ کے لئے معظّم و محترم اور مسجود لہ معظّم و محترم ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے نزدیک نہایت معظّم اور محترم ہوں گے اور اس کا لازم یہ ہے کہ وہ علم اور دیگر فضائل کے اعتبار سے صاحب فضیلت اور چنے ہوئے شخص ہوں گے اس لئے ان کے والد نے کہا تھا: ﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ (یوسف: ۶/۱۲) ''اور اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور تجھے باتوں کی تعبیر کا علم سکھا دے گا۔''

اور دونوں نوجوان قیدیوں کے خواب میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے نوجوان نے خواب دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے اور وہ شخص جو شراب کشید کرتا ہو وہ عادۃً دوسروں کا خادم ہوتا ہے' شراب دوسروں کے لیے کشید کی جاتی

ہے اس لئے یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور یہ چیز قید سے اس کی رہائی کو متضمن ہے۔

یوسف علیہ السلام نے دوسرے نوجوان کے خواب کی تعبیر' جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جنہیں پرندے کھا رہے ہیں' یہ کی کہ اس کے سر کی کھال' گوشت اور مغز وغیرہ جنہیں وہ اٹھائے ہوئے ہے' کھول کر ایسی جگہ پھینک دیا جائے گا جہاں گوشت خور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ یوسف علیہ السلام نے اس کے احوال کو دیکھ کر اس کے خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور قتل کرنے کے بعد اسے صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب قتل کے بعد اسے صلیب پر چڑھایا گیا ہو۔

یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب، جس میں اس نے گائیں اور اناج کی بالیاں دیکھی تھیں، کی تعبیر شادابی اور قحط سالی سے کی۔ اس میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ رعایا کے احوال اور اس کے مصالح کا دارومدار بادشاہ پر ہوتا ہے اگر بادشاہ ٹھیک ہے تو رعایا بھی درست رہے گی اگر بادشاہ خراب ہے تو رعایا میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی طرح سال بہ سال حالات کے ساتھ رعایا کے احوال مربوط ہیں' رعایا کی درستی' ان کا معاشی استحکام اور عدم استحکام کا دارومدار سال بہ سال (موسمی) حالات پر ہے۔ رہی گائیں تو ان کے ذریعے سے زمین میں ہل چلایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے آبپاشی کی جاتی ہے' اگر شادابی کا سال ہو تو گائیں موٹی تازی ہو جاتی ہیں اور اگر قحط سالی ہو تو گائیں دبلی اور لاغر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شادابی کے سالوں میں اناج کے خوشے سرسبز اور بکثرت ہوتے ہیں۔ جبکہ خشک سالی میں یہ خوشے بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور سوکھ جاتے ہیں اور زمین کا بہترین اناج خوشوں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳) یہ قصہ نبوت محمدی (صلوات اللہ وسلامہ علی صاحبھا) کی صحت پر دلالت کرتا ہے' کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے سامنے یہ طویل قصہ بیان کیا درآں حالیکہ آپ نے گزشتہ انبیاء کی کتابیں پڑھی تھیں نہ کسی سے درس لیا تھا۔ آپ کی قوم نے آپ کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔ آپ کے شب و روز آپ کی قوم کے سامنے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ آپ اُمّی ہیں' آپ لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ قصہ کتب سابقہ میں مذکور قصہ سے مطابقت رکھتا ہے حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے اور سازش کر رہے تھے۔

(۴) شر کے اسباب سے دور رہنا مناسب ہے۔ اسی طرح ایسے امور کو چھپانا مناسب ہے جن سے ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ "اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے

سازشیں کریں گے''۔

(۵) کسی کے سامنے خیر خواہی کے طور پر ناپسندیدہ امور کا ذکر کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا﴾ ''وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے''۔

(۶) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت اس کے تمام متعلقین' مثلاً اس کے گھر والوں' عزیز و اقارب اور دوست احباب سب کے لیے نعمت ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس نعمت میں سب کو شامل کر لیتا ہے اور ان کو بھی اس کے باعث وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اسے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَکَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَعَلٰۤی اٰلِ یَعْقُوْبَ﴾ ''اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور باتوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا''۔ جب یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہوا تو آل یعقوب کو بھی عزت و وقار اور ملک میں اقتدار حاصل ہوا اور یوسف علیہ السلام کے سبب سے انہیں بھی مسرت اور خوشی حاصل ہوئی۔

(۷) سورۂ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عدل و انصاف تمام امور میں مطلوب و مقصود ہے' بادشاہ کا اپنی رعیت وغیرہ کے ساتھ ہی انصاف کا معاملہ کرنا ضروری نہیں' بلکہ محبت اور ترجیح دینے کے معاملے میں والد اور اولاد کے مابین بھی عدل و انصاف مطلوب ہے اگر والد کے انصاف میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے تمام معاملے میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور حالات خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں' کیونکہ جب محبت کے معاملے میں یعقوب علیہ السلام نے یوسف کو ان کے بھائیوں پر ترجیح دی تو بھائیوں کی طرف سے خود ان پر' ان کے باپ پر اور ان کے بھائی پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔

(۸) گناہوں کی نحوست سے بچنا چاہئے کیونکہ ایک گناہ اپنے ساتھ متعدد گناہ لاتا ہے اور بہت سے جرائم کے بعد اس گناہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کے مابین جدائی ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت سے حیلے استعمال کئے' متعدد بار جھوٹ بولا' انہوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص اور خون کے سلسلے میں باپ کے سامنے باطل افسانہ گھڑا۔ ان کے اس افسانے اور عشاء کے وقت روتے ہوئے آنے میں نرا جھوٹ تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اس مدت کے دوران اس بارے میں بہت بحث و تمحیص ہوئی ہو بلکہ شاید یہ بحث اس وقت تک ہوتی رہی ہو جب تک کہ وہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ اکٹھے نہ ہوئے اور جب کبھی بحث ہوتی ہے تو جھوٹی خبریں اور افترا پردازی ضرور ہوتی ہے۔ یہ گناہ کی نحوست اور اس کے آثار ہیں۔

(۹) بندے کے احوال میں ابتدائی نقص میں عبرت نہیں ہوتی' بلکہ کمال انتہا میں عبرت حاصل ہوتی ہے' کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں سے ابتدائی طور پر جو کچھ صادر ہوا وہ نقص کا سب سے بڑا سبب اور ملامت کا موجب تھا مگر اس کی انتہا' خالص توبہ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کی طرف سے کامل معافی' مغفرت اور رحمت کی دعا پر ہوئی اور جب بندہ اپنے حق کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس لئے صحیح ترین قول یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس کی دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ﴾ (النساء:۱۶۳/٤) ''اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف۔'' یہاں ﴿الْاَسْبَاطِ﴾ سے مراد یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ان کی اولاد ہے۔ نیز ان کی نبوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں ان کو روشن ستاروں کے طور پر دیکھا اور ستاروں میں روشنی اور راہ نمائی ہوتی ہے[1] اور یہ انبیاء کے اوصاف ہیں اور اگر وہ نبی نہیں تھے تو وہ راہ نمائی کرنے والے علماء تھے۔

(۱۰) اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم' حلم' مکارم اخلاق اور اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت سے نوازا۔ نیز یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی نوازش اور عنایت ہی تھی کہ انہوں نے اپنے خطا کار بھائیوں کو فوراً معاف کر دیا اور اس معافی کی تکمیل یہ کہہ کر کر دی کہ اب وہ ان کا کوئی مواخذہ کریں گے نہ اس پر انہیں کوئی عار دلائیں گے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم نیکی کرنا اور اپنے بھائیوں بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

(۱۱) کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے خفیف تر اور چھوٹی ہوتی ہیں۔ (اگر دو برائیوں میں سے ایک برائی کا ارتکاب ناگزیر ہو تو) اس برائی کا ارتکاب کرنا جس کا ضرر کم تر ہو' اس برائی کے ارتکاب سے اولیٰ و افضل ہے جس کا ضرر بڑا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں جب حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل یا ان کو کہیں دور زمین میں پھینکنے پر اتفاق ہو گیا، تو ان میں سے ایک نے کہا: ﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ

---

① برادران یوسف کی نبوت کی یہ ''دلیلیں'' جن سے فاضل مفسر نے استدلال کیا ہے' کوئی واضح اور مضبوط دلیل نہیں۔ ان کے مقابلے میں عدم نبوت کی دلیل زیادہ واضح ہے' انہوں نے ایک ایسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا جس میں چھوٹے معصوم بچے کے ساتھ سنگ دلانہ اقدام اور ظلم و ستم ہے' قطع رحمی ہے' والدین کی نافرمانی اور ان کی ایذا رسانی ہے' جھوٹ کا ارتکاب ہے' وغیرہ۔ انبیاء علیہم السلام سے ان حرکتوں کا صدور ممکن ہے؟ (مزید دیکھئے تفسیر فتح القدیر و ابن کثیر' تفسیر سورۂ یوسف آیت: ۱۰،۹) علاوہ ازیں 'اوحینا'' کے لفظ سے بھی نبوت پر استدلال اپنے اندر کوئی قوت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ یہ لفظ غیر انبیاء کے لیے بھی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ (ص۔ ی)

﴿ الْجُبِّ ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دو''۔ گویا اس کی تجویز سب سے بہتر اور نرم تجویز تھی۔ جس کے سبب سے ان کے بھائیوں سے ایک بہت بڑا گناہ ٹل گیا اور یہ بڑا گناہ ایک خفیف تر گناہ میں منتقل ہو گیا۔

(۱۲) جب کوئی چیز کاروبار میں دست بدست متداول ہو جائے اور وہ مال شمار ہونے لگے اور کاروبار کرنے والے کو اس کے غیر شرعی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے' اس میں خدمت کرنے والے' اس سے مفاد اٹھانے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کے لیے کوئی گناہ نہیں۔ حضرت یوسف کے بھائیوں نے انہیں بیع حرام کی صورت میں فروخت کیا تھا' یہ بیع قطعاً جائز نہ تھی۔ پھر حضرت یوسف کو خریدنے والا قافلہ انہیں لے کر مصر چلا گیا اور وہاں لے جا کر فروخت کر دیا اور وہ اپنے آقا کے پاس غلام کے طور پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ''آقا'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس ایک مکرم غلام کے طور پر رہتے رہے۔

(۱۳) ان عورتوں کے ساتھ خلوت سے بچنا چاہئے جن سے فتنے کا خوف ہو۔ اسی طرح ایسی محبت سے بھی بچنا چاہئے جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت اور ان کے ساتھ اس کی شدید محبت کے سبب سے ہوا' محبت نے اس عورت کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے لیے ڈورے نہیں ڈالے' پھر ان پر بہتان لگایا اور یوسف علیہ السلام اس عورت کے بہتان کے سبب سے طویل مدت تک قید میں رہے۔

(۱۴) یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے ساتھ ارادہ کیا پھر اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا۔ اس ترک ارادہ نے حضرت یوسف' کو اللہ تعالیٰ کے اور قریب کر دیا۔ کیونکہ اس قسم کا ارادہ نفس امارہ کے اسباب میں شمار ہوتا ہے جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اکثر لوگوں کی یہی فطرت ہے۔ پس جب انہوں نے اس ارادے کا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت کے ساتھ تقابل کیا تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت نفس امارہ کے داعیے اور اس کی خواہش پر غالب آ گئی۔ گویا آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴾ (النّٰزِعٰت:۷۹/ ۴۰) ''جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہا'' اور آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، ان سات قسم کے لوگوں میں سے ہیں جنہیں قیامت کے روز عرش کے سائے میں جگہ ملے گی' جس روز اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہو گا اور ان سات قسم کے لوگوں میں ایک وہ شخص ہو گا جسے حسن و جمال رکھنے والی اور منصب و حیثیت کی حامل کوئی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہے اور وہ

جواب میں کہتا ہے ''میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں''[1] اور وہ ارادہ جس پر بندہ قابل ملامت ہے وہ ارادہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو کر عزم بن جائے جس کے ساتھ بسا اوقات فعل مل جاتا ہے۔

(۱۵) جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے اور وہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان صدق اور اخلاص کی برہان کے ذریعے سے مختلف اقسام کی برائیوں بے حیائی اور گناہوں کے اسباب سے مدافعت کرتا ہے۔ یہ مدافعت اس کے ایمان اور اخلاص کی جزا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ (لنصرف) کے یہ معنی لام کے کسرے کے ساتھ ہیں (جیسا کہ متداول قراءت میں ہے) اور اگر اسے لام کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے لئے چن لینا اور یہ خود اس کے اخلاص کو متضمن ہے یعنی جب بندہ اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی اور بے حیائی سے پاک کر کے اسے اپنے لئے چن لیتا ہے۔

(۱۶) بندۂ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ کوئی ایسا مقام دیکھے جہاں فتنہ اور معصیت کے اسباب موجود ہوں تو مقدور بھر وہاں سے نکلنے اور بھاگنے کی کوشش کرے تا کہ وہ گناہ سے بچ سکے کیونکہ جب یوسف علیہ السلام پر اس عورت نے، جس کے گھر میں وہ رہ رہے تھے ڈورے ڈالنے شروع کئے تو وہ اس جگہ سے فرار ہو کر دروازے کی طرف بھاگے تا کہ وہ اس عورت کے شر سے بچ جائیں۔

(۱۷) اشتباہ کے موقع پر قرائن سے کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر خاوند اور بیوی گھر کے ساز و سامان کی ملکیت کے بارے میں جھگڑ پڑیں اور دونوں کے پاس اپنی ملکیت کا واضح ثبوت نہ ہو تو جو چیز مرد کے حال کے مطابق ہے وہ مرد کی ملکیت ہے اور جو عورت کے حال کے مطابق ہے وہ اس کی مالک ہے۔ اسی طرح اگر بڑھئی اور لوہار کسی اوزار کی ملکیت پر جھگڑ پڑیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ثبوت نہ ہو تو قرائن پر عمل کیا جائے گا۔ ملتی جلتی چیزوں اور نشان قدم میں قیافہ پر عمل کرنا بھی اسی باب میں شامل ہے۔ یوسف علیہ السلام کے گواہ نے قرینے کی گواہی دی تھی۔ اس نے قمیص کی پھٹن کو دیکھ کر قرینے کی گواہی دی اور قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت اور اس عورت کے جھوٹے ہونے پر استدلال کیا۔

اس قاعدے کی صحت پر ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کی خرجی میں سے گیہوں ناپنے والے پیالے کے پائے جانے سے استدلال کرتے ہوئے بغیر کسی ثبوت اور اقرار کے اس پر چوری کا حکم لگایا گیا۔ پس اگر مال مسروقہ چور کے قبضے میں پایا جائے خاص طور پر جبکہ وہ چوری کرنے میں معروف ہو تو اس پر

[1] صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس... الخ، حديث: ٦٦٠

چوری کا حکم لگایا جائے گا اور یہ (عینی) شہادت سے زیادہ بلیغ شہادت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کی قے کرتا ہے یا کوئی ایسی عورت، جس کا شوہر یا آقا نہیں، حاملہ پائی جاتی ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے قرینے کے اس فیصلے کو شاہد سے موسوم کیا ہے۔ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾

(١٨) حضرت یوسف علیہ السلام ظاہری اور باطنی حسن و جمال کے حامل تھے ان کا ظاہری حسن و جمال اس عورت کے لئے، جس کے گھر میں حضرت یوسف علیہ السلام تھے، اس امر کا موجب بنا جس کی تفصیل گزری اور اسی طرح ان کا حسن و جمال ان عورتوں کے لئے بھی، جن کو عزیز مصر کی بیوی نے ان کے ملامت کرنے پر اکٹھا کیا تھا، اس امر کا موجب بنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھیں: ﴿مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ ''یہ شخص انسان نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔''

رہا ان کا باطنی حسن و جمال تو وہ ان کی عظیم عفت تھی۔ گناہ میں پڑنے کے بہت سے اسباب کے باوجود گناہ سے بچے رہے۔ اس کے بعد خود عزیز مصر کی بیوی اور ان عورتوں نے آپ کی عفت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ اس لئے عزیز مصر کی بیوی نے کہا: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾ ''میں نے اسے پھسلانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر وہ بچ نکلا'' اس کے بعد اس نے کہا: ﴿اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اب حق واضح ہو گیا ہے، میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور بے شک وہ سچا ہے'' عورتوں نے کہا: ﴿حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''حاشا اللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔''

(١٩) یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابلے میں قید کو ترجیح دی۔ بندۂ مومن کے یہی شایان شان ہے کہ اگر وہ دو امور کے بارے میں کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ ایک طرف کسی معصیت کا ارتکاب ہو اور دوسری طرف دنیاوی عقوبت، تو وہ گناہ کی بجائے، جو دنیا و آخرت میں سخت عقوبت کا موجب ہے، دنیاوی عقوبت کو ترجیح دے۔ ایمان کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ کفر کی طرف لوٹنے کو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا لیا ہے، اسی طرح ناپسند کرے، جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

(٢٠) بندۂ مومن کے لئے مناسب یہی ہے کہ اسباب گناہ کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آکر اسی کی پناہ میں رہے اور اپنی قوت و اختیار سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دور نہ ہٹایا تو میں ان کی چالوں میں آکر جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔''

(٢١) جس طرح فراخی میں بندے پر اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا التزام واجب ہے، اسی طرح تنگی میں بھی اس پر یہ

التزام واجب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے جب وہ قید میں ڈال دیئے گئے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر قائم رہے اور ان دونو جوان قیدیوں کو (جو ان کے ساتھ قید میں ڈالے گئے تھے) توحید کی دعوت دی اور ان کو شرک سے روکا۔

یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی ذہانت تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان نوجوان قیدیوں میں ان کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے...... کیونکہ وہ دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ ان کا قول تھا ﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی دیکھا کہ وہ ان کے پاس اپنے خواب کی تعبیر جاننے کا اشتیاق رکھتے ہیں' تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کی دعوت دی تاکہ وہ اپنا مطلوب و مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔

سب سے پہلے آپ نے ان کے سامنے واضح کیا کہ جس نے آپ کو علم و کمال کے اس مقام پر پہنچایا' جسے وہ دیکھ رہے ہیں' وہ ہے ایمان' توحید اور ان لوگوں کی ملت کو چھوڑ دینا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ زبان حال سے ان کو توحید کی دعوت دینا ہے۔ پھر آنجناب نے ان کو زبان قال سے توحید کی دعوت دی۔ آپ نے ان کے سامنے شرک کی خرابی بیان کی اور اس کی دلیل اور برہان پیش کی اور دلیل و برہان ہی کے ساتھ ان کے سامنے حقیقت توحید کو بیان کیا۔

(۲۲) معاملات میں' اہم ترین معاملے سے ابتدا کرنی چاہیے۔ جب مفتی سے کوئی سوال کیا جائے اور سائل اس سوال سے زیادہ کسی اور چیز کا ضرورت مند ہو تو مفتی کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اسے اس چیز کی تعلیم دے جس کا وہ زیادہ حاجت مند ہے۔ یہ معلم کی خیر خواہی' اس کی فطانت اور اس کے حسن تعلیم و ارشاد کی علامت ہے۔ جب نوجوان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے ان کو خواب کی تعبیر بتانے سے قبل اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی۔

(۲۳) اگر کوئی شخص کسی ناخوشگوار صورت حال اور کسی سختی میں گرفتار ہو جائے تو کسی ایسے شخص سے مدد لینا جو اس صورت حال سے نجات میں مددگار ثابت ہو سکتا ہو' یا اسے اپنے حال سے آگاہ کرے تو یہ مخلوق کے پاس شکوے کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس کا تعلق امور عادیہ سے ہے۔ جو عرف عام میں لوگوں کی ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے سے سرانجام پاتے ہیں۔ بنابریں یوسف علیہ السلام نے ان نوجوان قیدیوں میں سے جس کے رہا ہونے کی امید تھی' اس سے کہا: ﴿ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا''

(۲۴) معلم کے لئے تاکید ہے کہ وہ تعلیم دینے میں کامل اخلاص سے کام لے اور اپنی تعلیم کو کسی سے معاوضہ میں

مال و جاہ یا کوئی منفعت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ تعلیم دینے میں خیر خواہی سے کام لے جب تک سائل کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے معلم کو تکلیف پہنچے تعلیم دینے سے یا اس کی خیر خواہی کرنے سے انکار نہ کرے۔ یوسف علیہ السلام نے ان دونو جوان قیدیوں میں سے جس کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے مگر اسے اپنے آقا کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ جب انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اسی نوجوان کو بھیجا وہ اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے محض اس بنا پر کہ اس نے ان کا ذکر اپنے آقا کے پاس نہیں کیا' اس پر ناراضی کا اظہار کیا نہ اس پر زجر و توبیخ کی' بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اسے ہر لحاظ سے اس کے سوال کا مکمل جواب دیا۔

(۲۵) مسئول کو چاہیے کہ وہ سوال کا جواب دیتے وقت سائل کی ایسے معاملے کی طرف راہنمائی کرے جو اس کے سوال سے متعلق اور اس کے لئے فائدہ مند ہو۔ اسے وہ راستہ دکھائے جس پر گامزن ہو کر وہ دین و دنیا میں فائدہ اٹھائے۔ یہ اس کی طرف سے کامل خیر خواہی' اس کی فطانت اور اس کا حسن ارشاد ہے۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کو صرف اس کے خواب کی تعبیر بتانے پر اکتفا نہیں کیا تھا' بلکہ آپ نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی راہنمائی فرمائی کہ وہ شادابی کے سالوں میں بکثرت پیدا ہونے والے اناج اور محاصل کو ذخیرہ کرنے کے لئے کیا انتظامات کریں۔

(۲۶) اگر کوئی شخص اپنے ذمے کسی تہمت کو دور کرنے اور اپنی براءت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملامت نہیں کی جا سکتی' بلکہ اس کا یہ فعل قابل ستائش ہے۔ جیسے جناب یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ ان عورتوں کے احوال کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے آپ کی براءت نہ ہو جائے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

(۲۷) ان آیات کریمہ سے علم' یعنی علم شریعت و احکام' علم تعبیر' علم تدبیر اور علم تربیت کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ نیز علم' ظاہری شکل و صورت سے افضل ہے خواہ یہ ظاہری شکل و صورت' حسن یوسف ہی کو کیوں نہ پہنچ جائے' کیونکہ یوسف علیہ السلام کو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ابتلاء و محن اور قید و بند کا سامنا کرنا پڑا اور اپنے علم کے سبب سے انہیں عزت' سربلندی اور زمین میں اقتدار حاصل ہوا۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی علم کے آثار اور اس کے موجبات ہیں۔

(۲۸) علم تعبیر' علوم شرعیہ میں شمار ہوتا ہے' اس کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہونے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور خواب کی تعبیر فتویٰ میں داخل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ﴾

''اس بات کا فیصلہ کر دیا گیا جس کے بارے میں تم فتویٰ طلب کر رہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا قول نقل فرمایا: ﴿ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ ﴾ ''مجھے میرے خواب کے بارے میں فتویٰ دو'' نجات پانے والے نوجوان نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ ﴾ ''ہمیں سات گایوں کے بارے میں فتویٰ دو'' ان تمام آیات میں تعبیر کے لئے فتویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے علم کے بغیر خواب کی تعبیر نہیں بتانی چاہیے۔

(۲۹) اگر انسان اپنی کسی صفت کمال مثلاً علم یا عمل وغیرہ کے بارے میں کسی حقیقی مصلحت کے تحت لوگوں کو آگاہ کرتا ہے' نیز اس سے ریا کاری مقصود نہ ہو اور جھوٹ سے محفوظ ہو...... تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: ﴿ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴾ ''مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، میں حفاظت کرنے والا ہوں اور ان کے انتظام کا علم بھی رکھتا ہوں۔'' اسی طرح عہدہ قابل مذمت نہیں جبکہ اس عہدہ پر متعین شخص مقدور بھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہو اور اسی طرح اس عہدے کے طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جبکہ وہ کسی دوسرے سے زیادہ اس عہدے کا اہل ہو' عہدہ طلب کرنا اس وقت قابل مذمت ہے جب وہ اس عہدے کا اہل نہ ہو اور اس عہدے کی قابلیت رکھنے والا اس جیسا یا اس سے زیادہ قابل کوئی اور شخص موجود ہو۔ یا وہ اس عہدے کے ذریعے سے ان امور کو قائم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اسے عہدہ حاصل کرنے سے روکا جائے گا۔

(۳۰) اللہ تبارک وتعالیٰ کا جود و کرم بحر بے کراں کی مانند ہے۔ وہ اپنے بندے کو دنیا و آخرت کی بھلائی سے نوازتا ہے۔ آخرت کی بھلائی کے دو اسباب ہیں...... ایمان اور تقویٰ...... آخرت کی بھلائی' دنیاوی ثواب اور دنیاوی اقتدار سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لئے دعا کرتا رہے اور اسے اخروی ثواب کا شوق دلاتا رہے اور وہ نفس کو یوں نہ چھوڑ دے کہ وہ دنیا داروں کی زیب و زینت اور لذات کو دیکھ کر غم زدہ ہوتا رہے۔ درآں حالیکہ وہ ان کے حصول پر قادر نہ ہو' بلکہ اس کے برعکس وہ اخروی ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ذریعے سے اسے تسلی دیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ سے انہوں نے کام لیا۔''

(۳۱) غلے اور اناج کو جمع اور ذخیرہ کر کے رکھنا' جبکہ اس سے لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کے لئے وسعت مقصود ہو، اور اس سے لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، کوئی حرج نہیں۔ یوسف علیہ السلام نے شادابی اور فراوانی

کے ایام میں غلے اور اناج کو جمع کر کے رکھنے کا حکم دیا، تاکہ خشک سالی کے ایام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی جا سکے اور اس طرح غلہ جمع کرنا توکل کے منافی نہیں' بلکہ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور وہ تمام اسباب کام میں لائے جو اس کے لئے دین و دنیا میں فائدہ مند ہوں۔

(۳۲) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کیا گیا تو انہوں نے حسن انتظام سے کام لیا یہاں تک کہ ان کے ہاں بکثرت اناج جمع ہو گیا اور دوسرے ملکوں سے لوگ غلہ اور خوراک حاصل کرنے کے لئے مصر کا قصد کرنے لگے' کیونکہ انہیں علم تھا کہ مصر میں غلہ بکثرت موجود ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام ہر آنے والے کو بقدر حاجت غلہ دیتے ہیں' وہ غلہ زیادہ دیتے تھے نہ کم۔ چنانچہ ہر آنے والے کو ایک بار شتر سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے۔

(۳۳) مہمان نوازی مشروع ہے اور یہ انبیاء و مرسلین کی سنت ہے مہمان کی عزت و تکریم یوسف علیہ السلام کے اس قول سے مستفاد ہے ﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اناج پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمانی کرتا ہوں''

(۳۴) قرینے کی دلیل موجود ہوتے ہوئے بدظنی ممنوع ہے نہ حرام۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ان کے بیٹوں نے سخت اصرار کیا اور جب انہوں نے جھوٹا بہانہ بنایا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا' تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے ایک کام کو مزین کر کے آسان بنا دیا۔'' پھر یعقوب علیہ السلام نے دوسرے بھائی (بنیامین) کے بارے میں فرمایا: ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''کیا میں اس کے بارے میں بھی اسی طرح اعتماد کر لوں جس طرح میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتماد کیا تھا'' اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور اس کے بھائی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے پھر یہی کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ حالانکہ دوسری مرتبہ انہوں نے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ان سے ایک ایسا کام سرزد ہوا جس پر ان کے باپ کو یہ کہنا پڑا' جس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں۔

(۳۵) نظر بد کے اثرات کے سدباب یا اس کے اثر انداز ہونے کے بعد اس اثر کو ختم کرنے کے لئے اسباب کو استعمال کرنا ممنوع نہیں' بلکہ جائز ہے' اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہی سے واقع ہوتی ہے اور اسباب اختیار کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہی ہے' چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان سے فرمایا: ﴿یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾

''اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے میں سے شہر میں مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔''

(۳۶) اس سورۂ مقدسہ سے' حقوق کے حصول کے لئے' حیلہ سازی کا جواز مستفاد ہوتا ہے اور خفیہ طریقوں کو استعمال کر کے ایسی معلومات حاصل کرنا، جن کے ذریعے سے ان کے مقاصد تک پہنچنا آسان ہو' ایسے امور میں سے ہے، جس پر بندہ قابل ستائش ہے۔ صرف ایسی حیلہ سازی حرام اور ممنوع ہے جس سے کسی واجب کا اسقاط اور کسی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔

(۳۷) اس شخص کے لئے' جو کسی کو کسی ایسے معاملے میں وہم میں ڈالنا چاہتا ہے جس کے بارے میں اسے مطلع کرنا اسے پسند نہ ہو، مناسب ہے کہ وہ ایسی قولی اور فعلی تعاریضات استعمال کرے، جو جھوٹ سے مانع ہوں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا' چنانچہ انہوں نے گیہوں ناپنے والا پیمانہ اپنے بھائی کی خرجی میں ڈلوادیا۔ پھر اس میں سے نکال دکھایا اور ظاہر کیا کہ وہ چور ہے اور اس میں اس کے بھائیوں کے لئے اس کے چور ہونے کا بس ایک قرینہ تھا۔

اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ﴾ ''اللہ کی پناہ! ہم اس شخص کو چھوڑ کر جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے دوسرے کو کیسے پکڑ سکتے ہیں۔'' نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا: (مَنْ سَرَقَ مَتَاعَنَا) ''جس نے ہمارا سامان چوری کیا'' اور نہ یہ فرمایا (اِنَّا وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ) ''بے شک ہم نے اپنا سامان اس کے پاس پایا ہے۔'' بلکہ انہوں نے ایک ایسے اسلوب میں بات کی جس کا اطلاق ان کے بھائی کے علاوہ کسی اور پر بھی ہو سکتا تھا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بچا جانا چاہیے' اس میں صرف یہ ایہام ہے کہ وہ چور ہے تاکہ وہ مقصد حاصل ہو سکے جو ان کے پیش نظر تھا اور ان کا بھائی ان کے پاس رہ سکے اور جب صورت حال واضح ہو گئی تو ان کے بھائی سے یہ ایہام بھی زائل ہو گیا۔

(۳۸) انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے علم' تحقیق' مشاہدہ اور قابل اعتماد خبر جس پر اطمینان نفس ہو...... کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق گواہی دے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا: ﴿ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ﴾ ''ہم تو صرف اسی کے متعلق گواہی دے سکتے ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں۔''

(۳۹) یہ ایک عظیم آزمائش تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے چنے ہوئے بندے' یعقوب علیہ السلام کو آزمایا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی جن سے ایک گھڑی کے لئے جدا ہونا بھی ان کے بس میں نہ تھا' اتنی سی جدائی بھی انہیں سخت غم زدہ کر دیتی تھی۔ پس طویل عرصے تک وہ ایک دوسرے سے جدا رہے جو تیس سال سے کم نہ تھا اس عرصہ کے دوران حزن و غم یعقوب علیہ السلام کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا ﴿ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ

﴿ کَظِیْمٌ ﴾ ''غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ غم میں گھل رہا تھا۔'' اور معاملہ اس وقت اور بھی زیادہ سخت ہو گیا جب ان کا دوسرا بیٹا' یوسف کا حقیقی بھائی بھی' ان سے جدا ہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کی امید میں اس کے حکم کے مطابق صبر کر رہے تھے انہوں نے اپنے آپ سے صبر کا عہد کر لیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عہد پر پورے اترے۔ ان کا یہ قول صبر کے منافی نہیں ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہوتا۔ صرف وہ شکوہ صبر کے منافی ہے جو مخلوق کے پاس کیا جائے۔

(۴۰) دکھ کے بعد سکھ اور تنگی کے بعد فراخی ضرور آتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام پر رنج و غم کی مدت بہت طویل ہو گئی۔ شدت غم اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور آل یعقوب کو بدحالی نے لاچار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر خوش حالی بھیج دی۔ انتہائی سخت حالات میں ان کی ملاقات ہوئی اور یوں اجر کی تکمیل ہو گئی اور انہیں راحت و سرور حاصل ہوا۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو سختی اور نرمی' تنگ دستی اور فراخ دستی کے ذریعے سے آزماتا ہے' تاکہ ان کے صبر و شکر کا امتحان لے اور اس طرح ان کے ایمان' یقین اور عرفان میں اضافہ ہو۔

(۴۱) اگر انسان اپنے موجودہ احوال یعنی کسی مرض اور فقر وغیرہ کے بارے میں ناراضی کا اظہار کیے بغیر کسی کو آگاہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ ﴾ ''اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت اور بدحالی نے آگھیرا ہے۔'' اور ان کے اس قول پر حضرت یوسف علیہ السلام نے نکیر نہیں فرمائی۔

(۴۲) اس پورے قصے میں تقویٰ کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی تقویٰ اور صبر کے آثار کی وجہ سے ہے۔ اہل تقویٰ اور اہل صبر کا انجام بہترین انجام ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

(۴۳) جس کسی کو شدید محتاجی اور بدحالی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہو' اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرے اور اپنی پہلی بدحالی اور محتاجی کو یاد رکھے تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم لوگوں کو صحرا سے یہاں لایا۔''

(۴۴) یوسف علیہ السلام پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا عظیم لطف و کرم تھا کہ اس نے آپ کو ان احوال سے منتقل کر کے سختیوں اور مصائب میں مبتلا کیا، تاکہ اس کے ذریعے سے وہ آپ کو اعلیٰ ترین منازل اور بلند ترین درجات پر فائز کرے۔

(۴۵) بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا رہے اور ایسے اسباب روبہ عمل لاتا رہے جو ایمان پر ثابت قدمی کے موجب ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے اتمام نعمت اور خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا رہے۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اے میرے رب! تو نے مجھے اقتدار عطا کیا اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا و آخرت میں تو ہی میرا سرپرست ہے۔ اسلام پر مجھے موت دے اور مآل کار مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر۔''

اس بابرکت قصے میں یہ چند نکات اور تعبیرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آسان فرمایا اور ضروری ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس قصہ میں غور و فکر کرنے والے پر تعبیرات کے کچھ اور در بیچے وا کر دے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتے ہیں' بلاشبہ وہ جود و کرم کا مالک ہے۔

تفسیر سورۃ الرعد

سُوْرَةُ الرَّعْدِ (۱۳) مَدَنِيَّةٌ (۹۶) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴۳ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

الٓمّٓرٰ، یہ آیتیں ہیں کتاب کی، اور وہ جو نازل کیا گیا آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے، حق ہے،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن' کتاب اللہ کی آیات ہیں جو دین کے اصول و فروع میں ہر اس چیز کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جس کے بندے محتاج ہیں اور یہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ واضح حق ہے' کیونکہ اس کی خبریں صدق پر مبنی اور اس کے اوامر و نواہی سراسر عدل ہیں اور قطعی دلائل و براہین ان کی تائید کرتے ہیں۔ جو کوئی اس کے علم کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہی حقیقی اہل علم میں شمار ہوتا ہے اور اس کا علم اس کے لئے عمل کا موجب بنتا ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ

ایمان نہیں لاتے۔'' یعنی اکثر لوگ یا تو (قرآن) سے جہالت' اس سے روگردانی اور اس کی طرف عدم توجہ کی بنا پر یا محض عناد اور ظلم کی وجہ سے' اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ بنابریں اکثر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے' اس کی وجہ اس سبب کا معدوم ہونا ہے جو فائدہ اٹھانے کا موجب ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اللہ وہ ذات ہے جس نے بلند کئے آسمان بغیر ستونوں کے' تم دیکھتے ہو ان کو، پھر مستوی ہوا وہ اوپر عرش کے،

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ

اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے واسطے وقت مقرر کے، وہ تدبیر کرتا ہے کام کی، تفصیل سے بیان کرتا ہے

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ

نشانیاں (اپنی) تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو ○ اور وہی ہے (اللہ) جس نے بچھائی زمین

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ

اور بنائے اس میں پہاڑ اور نہریں، اور ہر قسم کے پھلوں سے بنائے اس میں جوڑے،

اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳

دو دو' ڈھانپتا ہے رات سے دن کو' بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو غور وفکر کرتے ہیں ○

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ

اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے قریب قریب، اور (اسی طرح) باغات ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جڑ سے ملی ہوئی

وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ

اور جدا جدا' سیراب کی جاتی ہیں ساتھ ایک ہی پانی کے، اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر پھلوں (کے ذائقے) میں'

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴

بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو عقل رکھتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ تخلیق وتدبیر اور عظمت وسلطان میں منفرد ہے اس کی یہ وحدانیت دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا معبود ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرنی چاہیے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ ﴾ ''اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا'' آسمانوں کے بہت بڑے اور بہت وسیع ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند کر رکھا ہے۔ ﴿ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ﴾ ''ستونوں کے بغیر جیسا کہ تم دیکھتے ہو'' یعنی آسمانوں کو سہارا دینے کے لئے ان کے نیچے کوئی ستون نہیں اور ان کو ستون نے سہارا دیا ہوتا تو وہ تمہیں ضرور دکھائی دیتے۔ ﴿ ثُمَّ ﴾ ''پھر'' یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد ﴿ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ ''وہ عرش پر مستوی ہوا۔'' وہ

عرش عظیم جو اعلیٰ ترین مخلوق ہے۔ استواء کی کیفیت وہ ہے جو اس کے جلال کے لائق اور اس کے کمال کے مناسب ہے۔ ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾ ''اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا۔'' بندوں کے مصالح نیز ان کے مویشیوں، باغات اور کھیتیوں کے مصالح کی خاطر۔ ﴿ كُلٌّ ﴾ ''ہر ایک'' یعنی چاند اور سورج ﴿ يَّجْرِیْ ﴾ ''چل رہا ہے'' یعنی غالب اور علم والی ہستی کے مقرر کردہ اندازے پر چل رہا ہے۔ ﴿ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''ایک وقت مقرر تک'' دونوں ایک منظم رفتار سے چل رہے ہیں جس میں کوئی فرق آتا ہے نہ ان کی رفتار میں کوئی سستی آتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت مقرر آ جائے گا اور اللہ اس جہان آب وگل کی بساط لپیٹ دے گا اور بندوں کو دار آخرت میں منتقل کر دے گا۔ جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ تب اس وقت اللہ تعالیٰ ان آسمانوں کو لپیٹ دے گا اور ان کو اور ہی آسمانوں سے بدل دے گا اور اسی طرح اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دے گا۔ سورج اور چاند بے نور کر دیئے جائیں گے اور ان کو اکٹھا کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تاکہ ان کی عبادت کرنے والے دیکھ لیں کہ وہ عبادت کے مستحق نہ تھے تاکہ وہ سخت حسرت زدہ ہوں اور کفار کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔

﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ﴾ ''تدبیر کرتا ہے کام کی، وہ کھول کر بیان کرتا ہے آیتوں کو'' یہاں خلق وامر کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ عظمت والا تخت اقتدار پر مستوی ہے اور وہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تدبیر کر رہا ہے، پس وہی پیدا کرتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے، وہی غنی کرتا اور محتاج کرتا ہے، وہ کچھ قوموں کو سر بلند کرتا ہے اور کچھ قوموں کو قعر مذلت میں گرا دیتا ہے، وہی عزت عطا کرتا ہے، وہی ذلت سے ہمکنار کرتا ہے، وہی گراتا ہے اور وہی رفعتیں عطا کرتا ہے، وہی لغزشوں پر عذر قبول کرتا ہے، وہی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے، وہی تقدیر کو اس کے وقت مقرر پر نافذ کرتا ہے، جو اس کے احاطۂ علم میں ہے اور جس پر اس کا علم جاری ہو چکا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں کو تدبیر کائنات کے لئے بھیجتا ہے جن کو اس تدبیر کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔

وہ کتب الٰہی کو اپنے رسولوں پر نازل فرماتا ہے، احکام شریعت اور اوامر ونواہی کو جن کے بندے سخت محتاج ہیں، کھول کھول کر بیان کرتا ہے توضیح، تبیین، اور تمییز کے ذریعے سے ان کی تفصیل بیان کرتا ہے ﴿ لَعَلَّكُمْ ﴾ ''شاید کہ تم'' یعنی اس سبب سے کہ اس نے تمہیں آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں اور تم پر آیات قرآنیہ نازل فرمائیں ﴿ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴾ ''اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔'' کیونکہ دلائل کی کثرت اور ان کی توضیح وتبیین تمام امور الٰہیہ میں، خاص طور پر بڑے بڑے عقائد مثلاً زندگی بعد موت اور قبروں سے نکلنے میں یقین کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿ حَكِيْمٌ ﴾ ''حکمت والا'' ہے وہ مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کرتا، نہ وہ ان کو عبث چھوڑے گا۔ پس جیسے اس نے انبیاء ومرسلین مبعوث کئے اور بندوں کے لئے اوامر ونواہی کی خاطر کتابیں نازل فرمائیں۔ تب یہ ضروری ٹھہرا کہ وہ بندوں کو ایک ایسے جہاں میں منتقل کرے جہاں انہیں

ان کے اعمال کی جزا دی جائے۔ نیکوکاروں کو بہترین بدلہ اور بدکاروں کو ان کی بدی کا بدلہ۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ ﴾ ''وہی ہے جس نے پھیلائی زمین'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنے بندوں کے لئے تخلیق کیا' اس کو وسعت بخشی' اس میں برکت عطا کی' اپنے بندوں کے لئے اس کو پھیلایا اور اس کے اندر ان کے لئے فوائد و مصالح ودیعت کئے۔ ﴿ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ ﴾ ''اور رکھے اس میں پہاڑ'' یعنی زمین پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین مخلوق کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ اس لئے اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کے ساتھ ایک طرف جھک جاتی' کیونکہ زمین پانی کی سطح پر تیر رہی ہے جس کو ثبات و استقرار نہیں۔ مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں توازن پیدا کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے میخیں بنایا ہے۔ ﴿ وَاَنْهٰرًا ﴾ ''اور دریا'' یعنی زمین کے اندر دریا بنائے جو انسانوں' ان کے مویشیوں اور ان کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پس ان دریاؤں کے ذریعے سے درخت' کھیتیاں اور باغات اگائے اور ان کے ذریعے سے خیر کثیر برآمد کیا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ﴾ ''اور ہر پھل کے رکھے اس میں جوڑے' دو دو قسم'' یعنی ان میں دو اصناف پیدا کیں جن کے بندے محتاج ہوتے ہیں۔ ﴿ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ﴾ ''ڈھانکتا ہے دن پر رات کو'' وہ دن پر رات کو طاری کر دیتا ہے جس سے تمام آفاق پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور ہر جاندار اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر دن بھر کی مشقت اور تھکن کو دور کرنے کے لئے آرام کرتا ہے۔ جب وہ اپنی نیند پوری کر لیتے ہیں تو دن رات پر چھا جاتا ہے تو لوگ دن کے وقت پھیل کر اپنے مصالح کے حصول اور اپنے کام کاج میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (القصص: ۷۳/۲۸) ''اور یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے دن اور رات بنائے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ﴾ ''اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی اس میں مطالب الٰہیہ پر دلائل ہیں ﴿ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔'' یعنی ان لوگوں کے لئے جو ان آیات و دلائل میں غور و فکر کرتے ہیں' انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اس ہستی کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جس نے ان کو تخلیق کیا' ان کی تدبیر کی اور ان میں تصرف کیا۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ غائب اور موجود ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے' وہ اپنے ہر کام میں حکمت رکھتا ہے' اپنے خلق و امر میں قابل تعریف' نہایت بابرکت اور بہت بلند ہستی ہے۔

﴿ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ ﴾ ''اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں ایک دوسرے سے

ملے ہوئے اور باغات۔'' اس کے کمال قدرت اور انوکھی صنعت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ زمین میں الگ الگ مگر ایک دوسرے سے متصل خطے پائے جاتے ہیں اور اس کے اندر باغات ہیں جن میں انواع واقسام کے درخت ہیں ﴿ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ زَرۡعٌ وَّ نَخِيۡلٌ ﴾ ''انگور کے باغ، کھیتیاں اور کھجور کے باغ ہیں'' اور دیگر پھل، اور کھجور کے باغات جن میں سے بعض ﴿ صِنۡوَانٌ ﴾ ''ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی'' یعنی متعدد درخت ایک ہی جڑ سے پھوٹے ہیں ﴿ وَّ غَيۡرُ صِنۡوَانٍ يُّسۡقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ﴾ ''اور بعض بن ملی، ان کو پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے'' یعنی تمام درخت ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور ایک ہی زمین میں اگے ہوئے ہیں۔ ﴿ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ فِى الۡاُكُلِ ﴾ ''اور فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض پر میووں میں'' یعنی رنگ، ذائقہ، فوائد اور لذت میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

پس یہ اچھی اور زرخیز زمین ہے جس میں بکثرت سرسبز گھاس، بیل بوٹے، درخت اور کھیتیاں اگتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ملی ہوئی زمین کی ایک قسم وہ ہے جس میں گھاس اگتی ہے نہ وہ پانی کو روک کر اس کا ذخیرہ کر سکتی ہے۔ زمین کی ایک قسم وہ ہے جو پانی کو روک کر ذخیرہ کرتی ہے مگر اس میں ہریالی نہیں اگتی، ایک زمین وہ ہے جس میں درخت اور کھیتیاں اگتی ہیں مگر گھاس نہیں ہوتی۔ کوئی پھل شیریں ہے، کوئی تلخ اور کسی کا ذائقہ ان کے بین بین ہے۔

کیا یہ تنوع ان کا ذاتی اور طبعی ہے یا غالب اور رحم کرنے والی ہستی کی مقرر کردہ تقدیر ہے؟

﴿ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴾ ''بے شک اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایسی عقل سے بہرہ ور ہیں جو ان کی ان امور کی طرف راہنمائی کرتی ہے جو ان کے لئے مفید ہیں یہ عقل ان امور کی طرف لے چلتی ہے جن کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے اوامر ونواہی کو سمجھتے ہیں۔

رہے روگرداں اور بلید الذہن لوگ تو وہ اپنے نظریات کے اندھیروں میں حیران و سرگرداں اور اپنی گمراہی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف انہیں کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ اس کی بات کو یاد رکھتے ہیں۔

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ

اور اگر تعجب کریں آپ تو عجیب ہے بات ان کی کہ کیا جب ہو جائیں گے ہم مٹی تو کیا ہم البتہ نئی پیدائش میں ہوں گے؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا ساتھ اپنے رب کے، اور یہی لوگ ہیں کہ طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں اور یہی لوگ

اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝۵

دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ ﴾ ''اور اگر آپ تعجب کریں'' میں احتمال ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے دلائل کی کثرت پر تعجب ہو۔ اس لئے کہ اس کے باوجود جھٹلانے والوں کا انکار اور ان کا روز قیامت کی تکذیب کرنا عجیب بات ہے، ان کا یہ کہنا: ﴿ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾ ''کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے، کیا نئے سرے سے بنائے جائیں گے؟'' یعنی ان کے زعم باطل کے مطابق، یہ بہت بعید اور ممتنع ہے کہ جب وہ مٹی میں رل مل جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ انہوں نے بر بنائے جہالت خالق کی قدرت کو مخلوق کی قدرت پر قیاس کر لیا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ مخلوق کی قدرت سے باہر ہے تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خالق کے لئے بھی ممتنع ہے۔ حالانکہ وہ فراموش کر بیٹھے کہ ان کو پہلی بار اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھے۔

آیت کریمہ میں اس معنیٰ کا احتمال بھی ہے اگر آپ ان کی بات اور ان کی ان کے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی تکذیب پر تعجب کرتے ہیں تو واقعی ان کی یہ بات عجائبات میں شمار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ شخص جس کے سامنے آیات الٰہی بیان کی جائیں، جو زندگی بعد موت پر ایسے قطعی دلائل دیکھتا ہو جن میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اس کے بعد وہ انکار کر دے تو یہ عجیب بات ہے۔ مگر ان کی یہ بات کوئی انوکھی چیز نہیں ہے ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا'' اور اس کی وحدانیت کو جھٹلایا حالانکہ توحید سب سے زیادہ واضح اور سب سے زیادہ روشن چیز ہے۔

﴿ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ ﴾ ''اور وہی لوگ، طوق ہیں'' جو ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں ﴿ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ﴾ ''ان کی گردنوں میں'' کیونکہ انہیں ایمان کی طرف بلایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے، ان کے سامنے ہدایت پیش کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا، لہٰذا سزا کے طور پر ان کے دل پلٹ دیئے گئے کیونکہ یہ لوگ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ ﴿ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''یہی لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی وہ جہنم سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ

اور وہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے برائی (عذاب) پہلے بھلائی (رحمت) سے، اور تحقیق گزر چکی ہیں پہلے ان سے مثالیں (عذاب کی)،

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ

اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ مغفرت والا ہے واسطے لوگوں کے باوجود ان کے ظلم کے،

وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾

اور بے شک آپ کا رب البتہ سخت سزا والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو جھٹلانے والے مشرکین کی جہالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ جن کو نصیحت کی گئی مگر انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ ان پر دلائل قائم کئے گئے مگر انہوں نے ان دلائل کو نہ مانا' بلکہ اس کے برعکس انہوں نے کھلم کھلا انکار کیا انہوں نے اللہ واحد وقہار کے حلم اور ان کے گناہوں پر فوری طور پر گرفت نہ ہونے کی وجہ سے استدلال کیا کہ وہ حق پر ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ جلدی سے عذاب لے آئیں اور ان میں سے بعض تو یہاں تک کہہ دیتے: ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (الانفال: ۳۲/۸) ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔''

﴿ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ﴾ ''اور گزر چکی ہیں ان سے پہلے مثالیں'' اور حال یہ ہے کہ جھٹلانے والی قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے کے واقعات گزر چکے ہیں کیا وہ اپنے حال پر غور وفکر کر کے اپنی جہالت کو چھوڑ نہیں سکتے؟ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ﴾ ''اور آپ کا رب لوگوں کو ان کے ظلم کے باوجود معاف کرنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی بھلائی' اس کا احسان' اس کا کرم اور اس کا عفو و درگزر اس کے بندوں پر ہمیشہ نازل ہوتا رہتا ہے اور بندوں کی طرف سے ان کا شرک و عصیان اس کی طرف بلند ہوتا ہے' اس کے بندے اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ ان کو اپنے دروازے کی طرف بلاتا ہے' وہ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں مگر وہ انہیں اپنے فضل و احسان سے محروم نہیں کرتا۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں تو وہ ان کا دوست ہے' کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو وہ ان کا طبیب ہے' وہ ان کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے' تاکہ وہ ان کو گناہوں سے پاک کردے۔ وہ کہتا ہے: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (الزمر: ۵۳/۳۹) ''کہہ دیجئے! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ''بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا ہے۔'' ان لوگوں کو جو اپنے گناہوں پر مصر رہتے ہیں' جو اللہ غالب اور بخشنے والے کے پاس توبہ' استغفار' اور التجا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ پس بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ان سزاؤں سے ڈرنا چاہیے جو وہ اہل جرائم کو دیتا ہے' اس کی پکڑ نہایت سخت اور دردناک ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کیوں نہیں نازل کی گئی اوپر اس (رسول) کے کوئی نشانی (معجزہ) اسکے رب کی طرف سے؟

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۚ ﴿۷﴾ ع

(اے پیغمبر!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں' اور واسطے ہر قوم کے ایک راہ دکھانے والا ہوتا ہے○

یعنی کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر سوچے سمجھے اور اپنی خواہشات کے مطابق معین آیات و معجزات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''کیوں نہیں اتاری گئی آپ پر کوئی نشانی' آپ کے رب کی طرف سے'' معجزات کے مطالبے کا جواب نہ ملنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عذر پیش کرتے ہوئے یہ بات کہتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محض ڈرانے والے ہیں آپ کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو آیات و معجزات نازل فرماتا ہے۔ اس نے ایسے واضح دلائل کے ساتھ رسول کی تائید فرمائی جو عقل مندوں پر مخفی نہیں ہیں اور طالب حق ان دلائل کے ذریعے سے راہ راست پا سکتا ہے۔ رہا منکر حق' جو اپنے ظلم و جہالت کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے آیات و معجزات کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ مطالبہ باطل جھوٹ اور بہتان طرازی ہے' کیونکہ اس کے پاس جو بھی معجزہ اور نشانی آئے گی وہ اس پر ایمان لائے گا نہ اس کی اطاعت کرے گا' کیونکہ اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کی صحت پر دلائل نہیں' بلکہ اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ صرف خواہشات نفس اور شہوات کی پیروی ہے۔ ﴿ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک راہنما ہوا کرتا ہے۔'' یعنی ہر قوم کے پاس انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین میں سے ایک داعی آتا ہے جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ ان کے پاس دلائل و براہین ہوتے ہیں جو اس ہدایت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ

اللہ جانتا ہے جو کچھ اٹھاتی ہے (پیٹ میں) ہر ایک مادہ، اور جو کچھ کم کرتے ہیں رحم اور جو کچھ زیادہ کرتے ہیں، اور ہر ایک چیز

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ

اسکے ہاں ساتھ ایک اندازے کے ہے ○ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا، بہت بڑا نہایت بلند ○ برابر ہے (اللہ کے علم میں) تم میں سے

مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰

جو کوئی آہستہ کہے بات کو یا بلند آواز سے کہے اسے، اور جو شخص کہ وہ چھپنے والا ہے رات (کے اندھیرے) میں اور جو چلنے والا ہے دن (کی روشنی) میں ○

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ

واسطے اس (انسان) کے باری باری آنے والے فرشتے ہیں اسکے آگے سے اور اسکے پیچھے سے، وہ حفاظت کرتے ہیں اسکی اللہ کے حکم سے،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

بیشک اللہ نہیں بدلتا اس نعمت کو جو کسی قوم کے پاس ہے یہاں تک کہ وہ (خود) بدل لیں اپنی اس کیفیت کو جو انکے دلوں میں ہے، اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ

بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

ساتھ کسی قوم کے برائی (عذاب) کا تو نہیں کوئی پھیرنے والا اسکو اور نہیں واسطے ان (لوگوں) کے سوائے اللہ کے کوئی کارساز ○

اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کا علم سب کو شامل' اس کی اطلاع بہت وسیع اور اس نے ہر چیز کا احاطہ کر

رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے: ﴿ اَللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰی ﴾ ''اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ'' یعنی انسان اور جانوروں میں سے ﴿ وَمَا تَغِیۡضُ الۡاَرۡحَامُ ﴾ ''اور جو کم کرتے ہیں پیٹ'' یعنی رحم میں موجود حمل میں جو کمی ہوتی ہے یا وہ ہلاک ہو جاتے ہیں یا وہ سکڑ کر مضمحل ہو جاتے ہیں ﴿ وَمَا تَزۡدَادُ ﴾ ''اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں'' اور ان میں موجود بچے بڑے ہو جاتے ہیں۔ ﴿ وَكُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ﴾ ''اور ہر چیز کا اس کے ہاں اندازہ ہے'' کوئی چیز اس مقدار سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ اس مقدار سے زیادہ ہو سکتی نہ کم، مگر جس کا تقاضا اس کی حکمت اور علم کرے۔ ﴿ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِیۡرُ ﴾ ''وہ نہاں اور آشکار کا جاننے والا اور بڑا ہے'' یعنی وہ عالمِ غیب اور عالمِ ظاہر کا علم رکھتا ہے وہ اپنی ذات اور اپنے اسماء و صفات میں بڑا ہے۔ ﴿ الۡمُتَعَالِ ﴾ ''عالی رتبہ ہے۔'' یعنی وہ اپنی ذات، قدرت اور غلبہ کے اعتبار سے تمام مخلوق پر بلند ہے۔

﴿ سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ ﴾ ''برابر ہے تم میں سے'' یعنی اس کے علم اور سمع و بصر میں ﴿ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ ﴾ ''جو آہستہ بات کہے اور جو پکار کر کہے اور جو چھپنے والا ہے رات میں'' یعنی رات کے وقت کسی خفیہ مقام پر ٹھہرا ہوا ہے ﴿ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴾ ''اور جو دن میں چلنے والا ہے'' یعنی دن کے وقت اپنی پناہ گاہ کے اندر ہے۔ اور (اَلسَّرَب) اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان چھپتا ہے، خواہ یہ جگہ گھر کے اندر ہو، کوئی غار ہو یا کوئی کھوہ وغیرہ ہو۔ ﴿ لَهٗ ﴾ ''اس کے لیے'' یعنی انسان کے لئے ﴿ مُعَقِّبٰتٌ ﴾ ''پہرے دار ہیں'' یعنی فرشتے جو شب و روز ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں ﴿ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ یَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ﴾ ''بندے کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے، اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں'' یعنی یہ فرشتے اس کے جسم و روح کی ہر اس چیز سے حفاظت کرتے ہیں جو اس کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے، وہ اس کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ کے علم نے انسان کا احاطہ کر رکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے یہ فرشتے بھیج رکھے ہیں جب کہ انسان کے اعمال اور احوال اللہ تعالیٰ سے اوجھل ہیں نہ وہ ان میں سے کچھ بھولتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ ﴾ ''بے شک اللہ، وہ نہیں بدلتا جو لوگوں کو حاصل ہے'' یعنی نعمت، احسان اور اسباب زیست کی فراوانی، ﴿ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ﴾ ''جب تک وہ خود اس چیز کو نہ بدل دیں'' یعنی جب تک کہ وہ ایمان سے کفر، اطاعت سے نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر سے ناشکری کی طرف منتقل نہیں ہوتے، تب اس صورت میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں سلب کر لیتا ہے اور اسی طرح جب بندے اپنی حالت کو بدل لیتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو پھر ان کی بدبختی کی حالت کو بھلائی، مسرت، خوشی اور رحمت کی حالت میں بدل دیتا ہے۔ ﴿ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا ﴾ ''اور جب اللہ کسی قوم

کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کے لئے کسی عذاب' سختی یا کسی ایسے امر کا ارادہ کرتا ہے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں' تو اس کا ارادہ ان پر ضرور نافذ ہوتا ہے۔ ﴿فَلَا مَرَدَّ لَهٗ﴾ ''اسے کوئی رد نہیں کرسکتا'' یعنی اس سے انہیں کوئی بچا نہیں سکتا۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ ''اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں ہے۔'' یعنی جو ان کے معاملات کی سرپرستی کرکے ان کے لئے ان کی محبوب و مرغوب اشیاء مہیا کرے اور ناپسندیدہ چیزوں کو ان سے دور کرے۔ پس لوگ ان امور پر قائم رہنے سے بچیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں مبادا کہ ان پر وہ عذاب نازل ہوجائے جو مجرموں پر سے ہٹایا نہیں جاتا۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾ وَیُسَبِّحُ

وہی ہے (اللہ) جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈرانے اور امید دلانے کے لئے، اور وہی پیدا کرتا ہے بادل بھاری ○ اور تسبیح بیان کرتی ہے

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا

گرج ساتھ اس کی حمد کے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہ بھیجتا ہے کڑکتی بجلیاں، پھر پہنچاتا (گراتا) ہے وہ بجلیاں

مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿١٣﴾

جس پر چاہتا ہے، اور وہ (کافر) جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی بابت، اور وہ شدید قوت والا ہے ○

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ ''وہی ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی' ڈرانے کے لئے اور امید دلانے کے لئے'' یعنی اس بجلی (کے گرنے) کی وجہ سے کڑک اور عمارتوں کے منہدم ہونے کا نیز باغات اور کھیتیوں کے پھلوں پر مختلف اقسام کے ضرررساں اثرات کا خدشہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں بھلائی اور فائدے کی امید بھی ہوتی ہے۔ ﴿وَیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ ''اور وہ بارش سے لدے ہوئے بھاری بھاری بادل اٹھاتا ہے۔'' یہ بارش بندوں کو اور زمین کو فائدہ دیتی ہے ﴿وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ﴾ ''اور تسبیح بیان کرتا ہے گرجنے والا اس کی خوبیوں کی'' (اَلرَّعْد) سے مراد بجلی کی کڑک کی آواز ہے جو بادلوں سے سنائی دیتی ہے اور بندوں کو ڈرا دیتی ہے۔ یہ کڑک اپنے رب کے سامنے جھکی ہوئی' اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ﴾ ''اور سب فرشتے اس کے ڈر سے'' یعنی اپنے رب کے سامنے فروتنی کے ساتھ اور اس کی سطوت سے ڈرتے ہوئے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ﴿وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ﴾ ''اور بھیجتا ہے وہ کڑکتی بجلیاں'' اس سے مراد وہ آگ ہے' جو بادلوں سے نکلتی ہے ﴿فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر ڈالتا ہے ان کو جس پر چاہے'' وہ یہ کڑکتی ہوئی بجلیاں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اور جتنی چاہتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے گرا دیتا ہے ﴿وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ﴾ ''اور وہ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اس کی گرفت سخت ہے'' وہ بہت زیادہ قوت و اختیار کا مالک ہے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے کوئی اس کے سامنے دم مار

سکتا ہے نہ بھاگ کر بچ سکتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اکیلا ہی، بندوں کے لئے بادل اور بارش لاتا ہے جس کے اندران کے رزق کا مادہ ہے، وہی ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، بڑی سے بڑی مخلوق اس کے خوف سے نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے سرافگندہ ہے، بندے اس کے خوف سے لرزاں ہیں اور وہ بہت بڑی قوت کا مالک ہے...... تب وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

اسی کے لیے ہے پکارنا سچا اور جنہیں وہ (مشرک) لوگ پکارتے ہیں سوائے اللہ کے نہیں جواب دیتے وہ ان کو کچھ بھی

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

مگر مانند (اس شخص کے جو) پھیلانے والا ہے دونوں ہتھیلیاں اپنی، پانی کی طرف، تاکہ پہنچے وہ (پانی) اس شخص کے منہ میں حالانکہ نہیں ہے وہ

بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

پہنچنے والا اس (کے منہ) تک اور نہیں ہے پکارنا کافروں کا مگر گمراہی میں ○

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ﴾ ''سودمند پکارنا تو اسی کا ہے۔'' یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دعوت حق ہے۔ دعوت حق سے مراد، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کو صرف اسی کے لئے خالص کرنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو پکارا جائے، اس سے ڈرا جائے، اس پر امیدیں باندھی جائیں، اس سے محبت کی جائے، اس کی طرف رغبت رکھی جائے، اس سے خوف کھایا جائے اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اسی کی الوہیت حق ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو، جن کو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے، پکارتے ہیں ﴿ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ ﴾ ''وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کر سکتے۔'' یعنی یہ خود ساختہ معبود ان کو تھوڑا یا بہت کوئی جواب نہیں دے سکتے جو ان کو پکارتے اور عبادت کرتے ہیں خواہ اس پکار کا تعلق امور دنیا سے ہو یا آخرت سے ﴿ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ ﴾ ''مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف'' یعنی وہ شخص جس کے ہاتھ دور ہونے کی بنا پر پانی تک پہنچ نہیں سکتے ﴿ لِيَبْلُغَ ﴾ ''کہ آ پہنچے وہ پانی'' یعنی اپنے ہاتھوں کو پانی کی طرف پھیلانے کی وجہ سے ﴿ فَاهُ ﴾ ''اس کے منہ تک'' کیونکہ وہ پیاسا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے اپنا ہاتھ پانی کی طرف بڑھاتا ہے مگر وہ پانی اس تک پہنچ نہیں پاتا۔ اسی طرح کفار جو اللہ کے ساتھ خود ساختہ معبودوں کو پکارتے ہیں، یہ معبود ان کو کوئی جواب دے سکتے ہیں نہ ان کی حاجت کے شدید ترین اوقات میں ان کو کچھ فائدہ پہنچا

سکتے ہیں۔کیونکہ وہ خود اسی طرح محتاج ہیں جس طرح ان کو پکارنے والے محتاج ہیں۔وہ زمین وآسمان میں ذرہ بھر کسی چیز کے مالک نہیں،نہ وہ ان میں شریک ہیں اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے۔﴿ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾''اور کافروں کی ساری پکار گمراہی میں ہے'' کیونکہ جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، باطل ہیں۔پس ان کی عبادت کرنا اور ان کو پکارنا سب باطل ٹھہرا،مقاصد کے بطلان کے ساتھ وسائل بھی باطل ہو جاتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حقیقی بادشاہ ہے،اس لئے اس کی عبادت حق ہے اور عبادت گزار کو دنیا وآخرت میں نفع پہنچاتی ہے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے کفار کی پکار کو اس شخص سے تشبیہ دینا جو پانی کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے......ایک بہترین تشبیہ ہے، کیونکہ یہ ایک امر محال سے تشبیہ ہے۔جس طرح یہ امر محال ہے اسی طرح مشبہ بہ بھی محال ہے۔کسی چیز کی نفی کے لئے اس کو امر محال پر معلق ٹھہرانا،نفی کا بلیغ ترین پیرایہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾ (الاعراف:۴۰/۷) ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ان کا جنت میں داخل ہونا اتنا ہی محال ہوگا جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا۔''

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ

اور واسطے اللہ ہی کے سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے اور ناخوشی سے اور ان کے سائے بھی

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة السجدة ۲

صبح اور شام کے وقت ○

یعنی زمین وآسمان کی ہر چیز اپنے رب کی مطیع اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہے ﴿ طَوْعًا وَّكَرْهًا ﴾ ''خوشی سے اور ناخوشی سے'' (طَوْعًا) اس شخص کے لئے جو اختیاری طور پر اللہ کے سامنے جھکتا اور اسے سجدہ کرتا ہے جیسے اہل ایمان اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں (كَرْهًا) اس شخص کے لئے استعمال ہوا ہے جو تکبر کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا مگر خود اس کی فطرت اور اس کا حال اس کی تکذیب کرتے ہیں ﴿ وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴾ ''اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام'' یعنی تمام مخلوقات کے سائے، صبح وشام اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ہر چیز کا سجدہ اس کے حسب حال ہوتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ (بنی اسرائیل: ۴۴/۱۷) ''اس جہان ہست وبود میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح بیان نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے

نہیں ہے۔" جب صورت حال یہ ہے کہ تمام کائنات طوعاً و کرہاً اپنے رب کے سامنے سرافگندہ ہے تو معلوم ہوا کہ وہی الٰہ حقیقی اور وہی معبود حقیقی ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی الوہیت کے بطلان کا ذکر کرتے ہوئے دلیل دی ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ

کہہ دیجیے (پوچھیے) کون ہے رب آسمانوں اور زمین کا؟ کہہ دیجئے، اللہ! کہیے، کیا پس پکڑے ہیں تم نے سوائے اسکے ایسے حمایتی

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ اَمْ

کہ نہیں اختیار رکھتے وہ واسطے اپنے نفسوں کے (بھی) نفع کا اور نہ نقصان کا، کہہ دیجئے، کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا؟ یا

هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ

کیا برابر ہوتے ہیں اندھیرے اور روشنی؟ کیا بنائے ہیں انہوں نے واسطے اللہ کے ایسے شریک کہ پیدا کیا انہوں نے مانند پیدا کرنے اللہ کے

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿١٦﴾

پس مشتبہ ہوگئی پیدائش ان پر؟ کہہ دیجئے، اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا، اور وہ یکتا ہے نہایت غالب ہے ○

یعنی ان مشرکین سے کہہ دیجئے جو بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کے ساتھ ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور ان کے تقرب کے لئے مختلف انواع کی عبادات ان کو پیش کرتے ہیں۔ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے، تم ان کی عبادت کرتے ہو حالانکہ وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں؟ ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾ "وہ اپنے نفسوں کے لئے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے" اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اس ہستی کی سرپرستی کو چھوڑ دیا جو اسماء و صفات میں کامل' زندوں اور مردوں کی مالک ہے' جس کے ہاتھ میں تمام کائنات کی تخلیق و تدبیر اور نفع و نقصان ہے۔ پس اللہ وحدہ کی عبادت اور خود ساختہ شریکوں کی عبادت برابر نہیں ہو سکتی۔ فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ﴾ "کہہ دیجئے! کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے' یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتی ہے؟" اگر انہیں کوئی شک و شبہ ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا دیئے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے معبود بھی پیدا کر سکتے ہیں جیسے اللہ پیدا کرتا ہے ان کے معبود بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل قائم کر کے ان کا شک و شبہ زائل کر دیجئے۔

پس ان سے کہہ دیجئے ﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے" پس یہ محال ہے کہ کوئی چیز اپنے آپ کو پیدا کر سکتی ہے اور یہ بھی محال ہے کہ کوئی چیز خالق کے بغیر وجود میں آ جائے اور تب یہ حقیقت متعین ہوگئی کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو کائنات کی خالق اور الٰہ ہے' اس کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں

کیونکہ وہ واحد وقہار ہے اور وحدانیت اور غلبہ یہ باہم لازم ہیں اور یہ اکیلے اللہ کے لئے متعین ہیں۔ تمام کائنات میں ہر مخلوق کے اوپر ایک اور مخلوق ہے جو اس پر غالب ہے پھر اس غالب مخلوق پر فوقیت رکھنے والی ایک اور مخلوق ہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ اس واحد وقہار ہستی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ غلبہ اور توحید لازم وملزوم اور اللہ واحد کے لئے متحقق اور متعین ہیں..... تب ناقابل تردید عقلی دلیل کے ذریعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن ہستیوں کو پکارا جاتا ہے انہوں نے ان مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی تخلیق نہیں کیا اور اس طرح یہ بات متحقق ہوگئی کہ ان ہستیوں کی عبادت باطل ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ

اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی، پس بہہ پڑیں (اس سے) وادیاں ساتھ اپنے اندازے کے، پھر اٹھا لیا سیلاب نے جھاگ ابھرا ہوا،

وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

اور ان چیزوں میں بھی کہ تپاتے ہیں انہیں وہ آگ میں، واسطے تلاش کرنے زیور یا سامان کے جھاگ ہے مانند اس (آب رواں کے) جھاگ کے،

كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا

اسی طرح مثال بیان کرتا ہے اللہ حق اور باطل کی، پس لیکن جو جھاگ ہے تو وہ چلا جاتا ہے خشک ہو کر، اور لیکن

مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿١٧﴾

جو چیز نفع دیتی ہے لوگوں کو تو وہ ٹھہرتی ہے زمین میں، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت کو جسے قلب وروح کی زندگی کے لئے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا' پانی سے تشبیہ دی ہے جسے اس نے بدن کی زندگی کے لئے نازل فرمایا۔ ہدایت الٰہی میں جو عام اور کثیر نفع ہے اور بندے جس کے محتاج ہیں' اس کو بارش میں موجود اس نفع عام سے تشبیہ دی ہے جو بندوں کے لئے بہت ضروری ہے اور ہدایت کے حامل قلوب اور ان کے تفاوت (باہمی فرق) کو ان وادیوں سے تشبیہ دی ہے جن کے اندر سیلاب بہتے ہیں۔ پس بڑی وادی' جس میں بہت زیادہ پانی سما جاتا ہے اس بڑے دل کی مانند ہے جو بہت زیادہ علم سے لبریز ہے اور چھوٹی وادی جو تھوڑے سے پانی کی متحمل ہوتی ہے اس چھوٹے دل کی مانند ہوتی ہے جس میں بہت تھوڑا علم سما تا ہے۔ وصول حق کے وقت دلوں کے اندر جو شہوات وشبہات ہوتے ہیں ان کو اس جھاگ سے تشبیہ دی ہے جو سیلاب کے پانی کی سطح پر آ جاتا ہے اور یہ جھاگ اس وقت بھی اوپر آ جاتا ہے جب زیور کو کھوٹ سے خالص کرنے کے لئے آگ میں تپایا جاتا ہے اور جھاگ برابر پانی کے اوپر رہتا ہے اور پانی کو مکدر کرنے والا میل کچیل پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مضمحل ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور صاف پانی اور خالص زیور باقی رہ جاتا ہے جو لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

یہی حال شبہات وشہوات کا ہے قلب ان شبہات وشہوات کو ناپسند کرتا ہے وہ دلائل و براہین اور پختہ ارادے کے ذریعے سے ان کے خلاف جدوجہد کرتا ہے حتیٰ کہ یہ شبہات وشہوات مضمحل ہو کر ختم ہو جاتے ہیں اور قلب پاک صاف اور خالص ہو جاتا ہے اور حق کے علم اس کو ترجیح دینے اور اس کی رغبت کے سوا اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ باطل زائل ہو جاتا ہے اور حق اس کو مٹا دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۱/۱۷) ''بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔'' یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴾ ''اس طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں'' تاکہ باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت واضح ہو جائے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ

واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے قبول کیا (حکم) اپنے رب کا بھلائی ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے نہیں قبول کیا (حکم) اسکا اگر بیشک ہو واسطے انکے

مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ

جو کچھ زمین میں ہے سارا اور اسکی مثل (اور) اسکے ساتھ تو ضرور بدلے میں دے دیں وہ اسے، یہی لوگ ہیں واسطے انکے سخت

الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۸ۧ

حساب ہے اور ٹھکانا ان کا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق کو باطل سے واضح کر دیا تو اب فرما رہا ہے کہ لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہنے والے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ثواب کا ذکر فرمایا۔

(۲) اپنے رب کی دعوت پر لبیک نہ کہنے والے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب کا ذکر فرمایا۔

﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا'' یعنی جن کے دل علم و ایمان کے سامنے سرافگندہ ہیں اور ان کے جوارح امر و نہی پر عمل پیرا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ چاہتا ہے وہ اس کی مراد کی موافقت کرتے ہیں۔ ﴿الْحُسْنٰى﴾ ''بھلائی ہے۔'' یعنی اچھی حالت اور اچھا ثواب ان کی صفات جلیل ترین ان کے مناقب بہترین اور ان کے لئے دنیاوی اور اخروی ثواب ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا گزر ہوا ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ﴾ ''اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا'' یعنی ان کے سامنے مثالیں بیان کرنے اور حق واضح کرنے کے بعد بھی انہوں نے اپنے رب کی آواز پر لبیک نہ کہا ان کی حالت اچھی نہ ہوگی۔ ﴿لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ ''اگر ان کے پاس ہو جو کچھ کہ زمین میں ہے سارا'' یعنی زمین کا تمام سونا چاندی وغیرہ ﴿وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ﴾ ''اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور تو سب دے ڈالیں اپنے بدلے میں'' یعنی قیامت کے روز کے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں، تو ان سے یہ سب کچھ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور یہ مال انہیں حاصل بھی کہاں سے ہوگا؟

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ﴾ ''ان کے لئے ہے برا حساب'' یعنی یہ حساب ہر اس بداعمالی کے بارے میں ہوگا جس کا انہوں نے دنیا میں ارتکاب کیا تھا اور بندوں کے جو حقوق ضائع کئے تھے' ان کی تمام بداعمالیاں لکھ کر محفوظ کر لی گئی ہیں۔ وہ پکار اٹھیں گے ﴿ يٰوَيْلَتَنَا مَا لِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکھف: ۴۹/۱۸) ''ہائے ہماری بدبختی! یہ کیسی کتاب ہے جو کسی چھوٹی بات کو لکھنے سے چھوڑتی ہے نہ کسی بڑی بات کو' اور وہ اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے جو انہوں نے سرانجام دیئے ہوں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

﴿ وَ ﴾ ''اور'' یعنی اس برے حساب کتاب کے بعد ﴿ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ ''ان کا ٹھکانا جہنم ہے'' جس میں ہر قسم کا عذاب جمع ہے۔ مثلاً شدید بھوک' دردناک پیاس' بھڑکتی ہوئی آگ' کھانے کو تھوہر' ٹھٹھرا دینے والی سردی' خاردار جھاڑ اور عذاب کی وہ تمام اقسام جن کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے ﴿ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ ''اور وہ بری جگہ ہے۔'' یعنی ان کا مسکن اور ٹھکانا بدترین ہوگا۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰىؕ اِنَّمَا

کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپکی طرف آپکے رب کی طرف سے وہ حق ہے، مانند اس شخص کے (ہو سکتا ہے) جو اندھا ہے؟ یقیناً

يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل والے ہی O وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں عہد اللہ کا اور نہیں توڑتے وہ پختہ عہد کو O

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ

اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے اسکی بابت کہ ملایا جائے (اسے)، اور وہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے، اور ڈرتے ہیں وہ سخت

الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

حساب سے O اور وہ لوگ کہ جنہوں نے صبر کیا واسطے تلاش کرنے کے رضامندی اپنے رب کی، اور انہوں نے قائم کی نماز اور خرچ کیا اس میں سے جو

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

رزق دیا ہم نے انہیں پوشیدہ اور ظاہر اور وہ دور کرتے ہیں ساتھ اچھائی کے برائی کو، یہی لوگ ہیں واسطے انکے (بہتر) انجام ہے

الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا O باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے، وہ داخل ہونگے انمیں، اور وہ بھی جو نیک ہیں ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور ان کی اولاد میں سے، اور فرشتے داخل ہونگے اوپر ان کے (جنت کے) ہر دروازے سے O (اور کہیں گے) سلام ہو تم پر

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

بوجہ اس کے کہ صبر کیا تم نے' سو بہت ہی اچھا انجام ہے آخرت کا O

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل علم وعمل اور غیر اہل علم لوگوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ ﴾ ''بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے' حق ہے'' پس اس حق کو خوب سمجھ لیا اور اس پر عمل پیرا ہوا' ﴿ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ﴾ ''برابر ہو سکتا ہے اس کے جو کہ اندھا ہے'' اور وہ حق کا علم رکھتا ہے نہ حق پر عمل کرتا ہے' دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ فریقین میں سے کس کا حال اچھا اور کس کا انجام بہتر ہے۔ پھر اسے چاہیے کہ اسی راستے کو ترجیح دے اور اسی گروہ کی پیروی میں رواں دواں رہے۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص غور وفکر نہیں کرتا کہ اس کے لئے کیا چیز فائدہ مند اور کیا چیز نقصان دہ ہے؟ ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ ''عقل مند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں'' یعنی جو پختہ عقل اور کامل رائے رکھتے ہیں یہ لوگ کائنات کا لب لباب اور بنی آدم میں چنے ہوئے لوگ ہیں۔

اگر آپ ان کے اوصاف کے بارے میں سوال کریں تو آپ ان اوصاف سے بڑھ کر کوئی وصف نہیں پائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو موصوف کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں'' وہ ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی تھی اور وہ عہد جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا یعنی اس کے حقوق کو کامل طور پر قائم کرنا' ان کو پوری طرح ادا کرنا یعنی ان حقوق کی نشوونما اور ان میں خیر خواہی کرنا۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ان حقوق کی تکمیل یہ ہے کہ وہ ﴿ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ وہ اقرار کو نہیں توڑتے۔'' یعنی اس عہد کو نہیں توڑتے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا ہے۔ اس آیت کریمہ کے حکم میں ہر قسم کا معاہدہ' عہد' قسم اور نذر وغیرہ داخل ہیں جنہیں بندے اپنے آپ پر لازم کرتے ہیں۔ اس عہد اور میثاق کو تمام پورا کئے بغیر بندہ' عقل مندوں میں شمار نہیں ہو سکتا جن کے لئے ثواب عظیم ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ ''اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا'' یہ ان تمام امور کے لئے عام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت' اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے سرتسلیم خم کرنا۔ سب اس میں داخل ہے۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ کے ساتھ قولی اور فعلی حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اسی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اپنے قول وفعل میں حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اپنی بیویوں' اپنے دوستوں' ساتھیوں اور اپنے غلاموں کے دین اور دنیاوی حقوق کی کامل ادائیگی کے ذریعے سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

اور وہ سبب جس کی بنا پر بندہ ان امور کو ملاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ اور روز

حساب کا خوف ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ ''اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کے دن اس کے حضور پیش ہونے کا ڈر انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ارتکاب اور اس کے احکام میں کوتاہی سے بچاتا ہے' ان کا یہ رویہ عذاب کے ڈر اور ثواب کی امید کی بنا پر ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ﴾ ''اور جو صبر کرتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو مامورات کی تعمیل اور منہیات سے بچنے اور ان سے دور رہنے اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر عدم ناراضی کے ساتھ صبر کرتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ صبر صرف ﴿ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ﴾ ''اپنے رب کی رضا کی خاطر ہو'' کسی فاسد اغراض و مقاصد کے لئے نہ ہو۔ یہی وہ صبر ہے جو فائدہ مند ہے جو بندے کو اپنے رب کی رضا کی طلب اور اس کے قرب کی امید کا پابند اور اس کے ثواب سے بہرہ ور کرتا ہے اور یہی وہ صبر ہے جو اہل ایمان کی خصوصیات میں شمار ہوتا ہے۔ وہ صبر جو بہت سے لوگوں میں مشترک ہوتا ہے اس کی غایت و انتہا استقلال اور فخر ہے یہ صبر نیک اور بد' مومن اور کافر' ہر قسم کے لوگوں سے صادر ہو سکتا ہے، صبر کی یہ قسم درحقیقت ممدوح نہیں ہے۔ ﴿ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں۔'' یعنی وہ نماز کو اس کے تمام ارکان' شرائط اور ظاہری و باطنی تکمیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں' ﴿ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ''اور جو ہم نے ان کو دیا ہے' اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں'' اس میں تمام نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ اور کفارہ اور نفقات مستحبہ داخل ہیں۔ یہ کھلے چھپے ان تمام مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں ضرورت تقاضا کرتی ہے۔

﴿ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ﴾ ''اور وہ برائی کے مقابلے میں بھلائی کرتے ہیں'' یعنی جو کوئی قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے' وہ اس کے ساتھ برے طریقے سے پیش نہیں آتے بلکہ اس کے برعکس حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ پس جو کوئی انہیں محروم کرتا ہے یہ اسے عطا کرتے ہیں' جو کوئی ان پر ظلم کرتا ہے یہ اسے معاف کر دیتے ہیں' جو کوئی ان سے قطع تعلق کرتا ہے یہ اس سے جڑتے ہیں اور جو کوئی ان سے برا سلوک کرتا ہے یہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں...... جب برا سلوک کرنے والوں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی یہ کیفیت ہے تو اس شخص کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی کیا کیفیت ہوگی جس نے ان کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ ''یہی'' یعنی وہ لوگ جو ان صفات جلیلہ اور مناقب جمیلہ کے حامل ہیں ﴿ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ ''انہی کے لئے آخرت کا گھر ہے۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ ''باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے'' یعنی وہ ان جنتوں میں قیام کریں گے وہ کبھی ان سے دور نہ ہوں گے اور نہ وہ ان جنتوں سے منتقل ہونا چاہیں گے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے اوپر کوئی منزل نہیں...... کیونکہ یہ جنتیں ایسی نعمت اور مسرت پر مشتمل ہیں جو مطلوب و مقصود ہے۔

اوران کے لئے نعمت کی تکمیل اوران کی آنکھوں کی ٹھنڈک یہ ہے کہ ﴿ یَدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ ﴾ ''وہ اس (جنت) میں داخل ہوں گے اور جو نیک ہوئے ان کے باپ دادا میں سے (مردوں اور عورتوں میں سے) اور ان کی بیویوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے'' اور اسی طرح ان جیسے دیگر لوگ، ان کے دوست، ہم نشین، ان کے ساتھی۔ اس لئے کہ یہ سب ان کی ازواج اور اولاد کی قبیل ہی میں شمار ہوں گے ﴿ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴾ ''اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔'' وہ انہیں سلام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام و تکریم کے ذریعے سے ہدیہ تہنیت پیش کریں گے۔ اور کہیں گے ﴿ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ ﴾ ''تم پر سلامتی ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر سلامتی اور سلام کا ہدیہ ہے جو تمہیں پیش کیا گیا ہے اور یہ سلام ہر ناخوشگوار کے زائل ہونے کو متضمن اور ہر محبوب چیز کے حصول کو مستلزم ہے ﴿ بِمَا صَبَرۡتُمۡ ﴾ ''تمہارے صبر کے سبب سے'' یہ صبر ہی ہے جس نے تمہیں ان مقامات بلند اور جنت عالیشان میں پہنچایا ﴿ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴾ ''سو کیا خوب ہے عاقبت کا گھر۔'' پس جو کوئی اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اور اس کے نزدیک اس کی قدر و قیمت ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے تزکیہ کے لئے پوری جدو جہد کرے شاید وہ عقل مندوں کے اوصاف سے بہرہ ور ہو سکے اور شاید اسے آخرت کے گھر سے کوئی حصہ مل سکے، جو دلوں کی آرزو اور روح کا سرور ہے، جو ہر قسم کی لذتوں اور فرحتوں کا جامع ہے۔ پس اس قسم کی منزل کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے اور اس قسم کے مقام کے لئے سبقت کرنی چاہیے۔

وَالَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ

اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں عہد اللہ کا بعد پختہ کرنے کے اس کو، اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو کہ حکم دیا اللہ نے اس کی بابت

اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

کہ ملایا جائے (اسے) اور وہ فساد کرتے ہیں زمین میں، یہی لوگ ہیں واسطے ان کے لعنت ہے اور واسطے انہی کے بہت برا گھر ہے (آخرت کا) O

اہل جنت کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے ایسے احوال بیان فرمائے ہیں جو اہل جنت کے اوصاف کے برعکس ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اس کو مضبوط کرنے کے بعد'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اپنے انبیاء و مرسلین کے ذریعے سے اس عہد کو مؤکد اور پکا کرنے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور اطاعت و تسلیم سے اس عہد کو پورا نہ کیا بلکہ اس سے روگردانی کرتے ہوئے اس کو توڑ دیا۔ ﴿ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ ﴾ ''اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا'' پس انہوں نے ایمان و عمل کے ذریعے سے اپنے اور اپنے رب کے مابین تعلق کو قائم کیا، نہ انہوں نے صلہ رحمی کی اور نہ انہوں نے حقوق ادا کئے بلکہ اس کے برعکس انہوں نے

کفر ومعاصی کا ارتکاب کر کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک کر اور اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوششوں کے ذریعے سے زمین میں فساد پھیلایا۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ﴾ ''ایسوں پر لعنت ہے'' یعنی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور اس کے فرشتوں اور اس کے مومن بندوں کی طرف سے مذمت ہے ﴿ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ ''اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے۔'' اس سے مراد جہنم ہے کیونکہ اس میں ان کے لئے المناک عذاب ہوگا۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

اللہ کشادہ کرتا ہے رزق واسطے جس کے چاہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہے) اور وہ کافر اتراتے ہیں ساتھ زندگانی دنیا کے

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶

اور نہیں ہے زندگانی دنیا آخرت (کے مقابلے) میں مگر متاع (حقیر) ○

یعنی وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے۔ رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اسے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے نپا تُلا رزق عطا کر کے اس پر رزق کو تنگ کر دیتا ہے ﴿ وَفَرِحُوْا ﴾ ''اور وہ خوش ہیں'' یعنی کفار، ﴿ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''دنیا کی زندگی پر'' انہیں ایسی خوشی ہے جوان کے لئے دنیا پر اطمینان اور آخرت سے غفلت کی موجب ہے اور یہ ان کی کم عقلی ہے۔ ﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴾ ''اور نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں، مگر حقیر سامان'' یعنی دنیا کی زندگی ایک حقیر سی چیز ہے جس سے بہت کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور جو فائدہ اٹھانے والے دنیا داروں سے جدا ہو جائے گی اور اپنے پیچھے ایک طویل ہلاکت چھوڑ جائے گی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کیوں نہیں نازل کی گئی آپ پر کوئی (بڑی) نشانی آپکے رب کی طرف سے؟ کہہ دیجئے، بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝۲۷ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ

جسے چاہے اور وہ ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس شخص کو جو (اسکی طرف) رجوع کرے ○ وہ لوگ جو ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دل ان کے ساتھ اللہ کے ذکر کے، آگاہ رہو! اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی مطمئن ہوتے ہیں دل ○ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝۲۹

اور انہوں نے عمل کیے نیک، راحت وفرحت ہے ان کے لیے اور اچھا ٹھکانا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، اللہ کے رسول سے بطریق تلبیس بے سوچے سمجھے سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''کیوں نہ اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے'' یعنی ان کے زعم کے مطابق، اگر ان کے پاس معجزہ آ گیا ہوتا تو

وہ ضرور ایمان لے آتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ ”کہہ دیجئے! اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اس کو جس نے رجوع کیا“ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار رہا۔ پس ہدایت اور گمراہی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے کہ وہ اسے آیات و معجزات پر موقوف قرار دیں، بایں ہمہ وہ سخت جھوٹے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۱۱/۶) ”اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیں، ان کے ساتھ مردے ہم کلام ہوں اور ان کے سامنے ہر چیز اکٹھی کر دیں تب بھی یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔“

یہ لازم نہیں کہ رسول ان کے پاس وہی متعین معجزہ لے کر آئے جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں بلکہ وہ جو نشانی لے کر آئے جس سے حق واضح ہو جائے تو کافی ہے اور اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور ان کے لئے ان کے متعین معجزات کے طلب کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ اگر ان کے مطالبے کے مطابق نشانی آ جائے اور وہ اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیں تو بہت جلد ان کو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ لے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کی علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کا قلق اور اضطراب دور ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ فرحت اور لذت آ جاتی ہے۔ فرمایا: ﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ ”سنو! اللہ کے ذکر ہی سے دل چین پاتے ہیں۔“ دلوں کے لائق اور سزاوار بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن نہ ہوں کیونکہ دلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ اور شیریں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی مقدار کے مطابق دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قول کے مطابق یہاں ذکر سے مراد بندے کا اپنے رب کا ذکر کرنا ہے مثلاً تسبیح اور تکبیر و تہلیل وغیرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یاد دہانی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ تب ذکر الٰہی کے ذریعے سے اطمینان قلب کے معنی یہ ہوں گے کہ دل جب قرآن کے معانی اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کے معانی حق مبین پر دلالت کرتے ہیں اور دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ علم اور یقین کے بغیر دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور کتاب اللہ کامل ترین وجوہ کے ساتھ علم اور یقین کو متضمن ہے۔ کتاب اللہ کے سوا دیگر کتب علم و یقین کی طرف راجع نہیں ہوتیں، اس لئے دل ان پر مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ اس کے برعکس وہ دلائل کے تعارض اور احکام کے تضاد کی بنا پر ہمیشہ قلق کا شکار رہتے ہیں ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

﴿فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ٤/ ٨٢) ''اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے''۔ اور یہ چیز کتاب اللہ کی دی ہوئی خبر' کتاب اللہ میں تدبیر اور دیگر مختلف علوم میں غور وفکر سے واضح ہو جاتی ہے پس (طالب حق) ان کتب علوم اور کتاب اللہ کے درمیان بہت بڑا فرق پائے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے'' یعنی جو اپنے دل سے اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ یعنی اعمال قلوب مثلاً محبت الٰہی' خشیت الٰہی اور اللہ تعالیٰ پر امید وغیرہ اور اعمال جوارح مثلاً نماز وغیرہ کے ذریعے سے اس ایمان کی تصدیق کرے۔ ﴿طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ ''ان کے لیے خوش حالی اور عمدہ ٹھکانا ہے'' یعنی ان کا حال پاک صاف اور ان کا انجام اچھا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ انہیں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے اکرام و تکریم حاصل ہے اور انہیں کامل راحت اور پورا اطمینان قلب عطا کیا گیا ہے۔ ان جملہ نعمتوں میں' جنت کا ''شجر طوبیٰ'' بھی شامل ہے کہ ایک سوار اس درخت کے سائے میں ایک سو سال تک چلتا رہے گا مگر سایہ ختم ہونے کو نہیں آئے گا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے۔[1]

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ

(جیسے پہلے رسول بھیجے تھے) اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کو ایسی امت میں کہ گزر چکی ہیں پہلے اس سے کئی امتیں' تاکہ آپ پڑھیں اوپر ان کے وہ (قرآن)

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

جو وحی کیا ہم نے آپ کی طرف، اور وہ کفر کرتے ہیں ساتھ رحمٰن کے، کہہ دیجئے وہ میرا رب ہے' نہیں کوئی معبود (برحق)

هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

مگر وہی' اسی پر بھروسہ کیا میں نے اور اسی کی طرف ہے لوٹنا میرا O

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ﴾ ''اسی طرح ہم نے آپ کو بھیجا'' یعنی ہم نے آپ ﷺ کو آپ کی قوم کی طرف مبعوث کیا تاکہ آپ ان کو ہدایت کی طرف دعوت دیں ﴿فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ﴾ ''ایک امت میں کہ اس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں'' جن کے اندر ہم نے اپنے رسول بھیجے' لہٰذا آپ کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں کہ وہ آپ کی رسالت کو اوپرا سمجھیں اور نہ آپ اپنی طرف سے کوئی بات کرتے ہیں۔ بلکہ آپ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی ہیں جو دلوں کی تطہیر اور نفوس کا تزکیہ کرتی ہیں اور آپ کی قوم کا حال یہ ہے کہ وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور احسان سے نوازا اور سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ ہم نے آپ

[1] مسند احمد' (۳/ ۷۱)

کوان کی طرف مبعوث فرمایا اور ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی مگر انہوں نے شکر گزاری کے ساتھ اس کو قبول کرنے کی بجائے اس کا انکار کر کے اسے ٹھکرا دیا۔ پس انہوں نے تکذیب کرنے والی ان قوموں سے عبرت حاصل نہ کی جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا۔ ﴿قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''کہہ دیجئے! وہ میرا رب ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یہ آیت کریمہ دو قسم کی توحید کو متضمن ہے' توحید الوہیت اور توحید ربوبیت۔ پس وہ میرا رب ہے اور جب سے وہ مجھے وجود میں لایا ہے اس وقت سے میری پرورش کر رہا ہے اور وہی میرا معبود ہے ﴿عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں'' یعنی میں اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں ﴿وَاِلَیْهِ مَتَابِ﴾ ''اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' یعنی میں اپنی تمام عبادات اور حاجات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ

اور اگر بیشک ہوتا کوئی قرآن کہ چلائے جاتے اسکے ذریعے سے پہاڑ یا قطع کی جاتی اسکے ذریعے سے زمین یا بلوائے جاتے اسکے ذریعے سے

الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْــَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ

مردے (تو وہ یہی قرآن ہوتا) بلکہ واسطے اللہ ہی کے ہے معاملہ (اختیار) سارا، کیا پس (ابھی تک) نہیں جانا ان لوگوں نے جو ایمان لائے کہ اگر چاہتا اللہ

لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ

تو البتہ ہدایت دیتا لوگوں کو سب کو، اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پہنچے گی انہیں بوجہ اسکے جو انہوں نے کیا، سخت آفت

اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع

یا وہ اترے گی قریب انکے گھروں کے یہاں تک کہ آ جائے وعدہ اللہ کا، بے شک اللہ نہیں خلاف کرتا (اپنے) وعدے کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام کتب منزلہ پر قرآن کریم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا﴾ ''اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا'' یعنی کتب الٰہیہ میں سے کوئی قرآن ایسا ہوتا ﴿سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ ''کہ اس کے ذریعے سے پہاڑوں کو (اپنی جگہ سے) ہلا دیا جاتا'' ﴿اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ﴾ ''یا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی اس سے زمین'' اور اس کے ذریعے سے زمین پھٹ جاتی اور وہ باغات اور دریاؤں میں تبدیل ہو جاتی ﴿اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی﴾ ''اور اس کے ذریعے سے مردے بولنے لگتے'' تو وہ یہی قرآن ہوتا' ﴿بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا﴾ ''بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔'' اس لئے اللہ تعالیٰ صرف وہی معجزے دکھاتا ہے جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔ تب ان جھٹلانے والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی خواہش سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں؟ پس کیا ان کو یا کسی اور کو آیات و معجزات پر کوئی اختیار ہے؟

﴿اَفَلَمْ یَایْــَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا﴾ ''کیا ایمان والوں کو اس

بات پر اطمینان نہیں کہ اللہ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت سے نواز دے‘‘ پس انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت دینے پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ’’اور کفار اپنے کفر پر جمے رہیں گے‘‘ یعنی وہ عبرت حاصل کریں گے نہ نصیحت حاصل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے شہروں پر پے در پے ہلاکتیں اور عذاب نازل فرماتا ہے یا ان کے قریب علاقوں پر مصائب نازل ہوتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کفر پر مصر ہیں ﴿ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ﴾ ’’یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے‘‘ یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فوری نزول عذاب کے وعدے کا وقت آجائے جس کو روکنا ممکن نہیں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ’’بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول عذاب کے بارے میں تہدید و تخویف ہے‘ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر‘ عناد اور ظلم کی بنا پر وعدہ کر رکھا ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور البتہ تحقیق استہزاء کیا گیا ساتھ رسولوں کے آپ سے پہلے تو مہلت دی میں نے واسطے ان لوگوں کے جنھوں نے کفر کیا،

ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٣٢

پھر پکڑا میں نے ان کو، پس کیسا (شدید) تھا عذاب میرا؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ثبات کی تلقین کرتے اور تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ ’’اور ٹھٹھا کیا گیا آپ سے پہلے کتنے رسولوں کے ساتھ‘‘ یعنی آپ پہلے رسول نہیں ہیں جس کی تکذیب کی گئی اور جسے ایذا پہنچائی گئی ہو‘ ﴿ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ’’پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی‘‘ یعنی جنہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا‘ میں نے ایک مدت تک ان کو مہلت دی حتیٰ کہ وہ اس گمان باطل میں مبتلا ہو گئے کہ ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا ﴿ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ﴾ ’’پھر میں نے ان کو (مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے سے) پکڑ لیا‘‘ ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴾ ’’پس کیسا تھا میرا عقاب‘‘؟ اللہ تعالیٰ کی سزا بڑی سخت اور اس کا عذاب بڑا دردناک ہے۔ وہ لوگ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کا تمسخر اڑاتے ہیں‘ ہماری دی ہوئی مہلت سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں‘ ان کے سامنے ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا نمونہ موجود ہے، لہٰذا انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو گزشتہ نافرمان قوموں کے ساتھ کیا گیا۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

کیا پس وہ ذات جو نگہبان ہے ہر نفس پر ساتھ اسکے جو اس نے کمایا (مانند اسکے ہے جو ایسا نہیں؟) اور بنائے انہوں نے اللہ کیلئے شریک، کہہ دیجیے تم نام تو لو انکے

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

بلکہ تم خبر دیتے ہو اللہ کو ان چیزوں کی کہ نہیں جانتا وہ (انہیں) زمین میں؟ بلکہ (تم شریک قرار دیتے ہو انکو) ظن باطل سے، بلکہ مزین کر دیا گیا واسطے ان لوگوں کے

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

جنہوں نے کفر کیا، مکر ان کا، اور وہ روک کے گئے راہ حق سے، اور جسے گمراہ کرے اللہ، تو نہیں ہے واسطے اس کے کوئی بھی ہدایت دینے والا ○

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ

ان کے لیے عذاب ہے زندگانی دنیا میں اور البتہ عذاب آخرت کا سخت ترین ہے اور نہیں ہے واسطے ان کے

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

اللہ (کے عذاب) سے (کوئی بھی) بچانے والا ○

﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ﴾ ''تو کیا جو ہر متنفس کے اعمال کا نگران ہے۔'' یعنی کیا وہ ہستی جو دنیاوی اور اخروی جزا اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر متنفس کے عمل کو دیکھ رہی ہے...... اور وہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ...... اس ہستی کی مانند ہو سکتی ہے جو اس جیسی نہیں ہے۔ بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ﴾ ''اور انہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا لئے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے' وہ یکتا اور بے نیاز ہے' جس کا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور نظیر۔ ﴿ قُلْ ﴾ اگر وہ سچے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے ﴿ سَمُّوْهُمْ ﴾ ''ان کے نام لو'' تاکہ ہمیں ان کا حال معلوم ہو ﴿ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''یا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں'' جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ غائب اور حاضر ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کے علم میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کی شریک ہو تو ان کے اس دعویٰ کا بطلان واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اور تم اس شخص کی مانند ہو جو اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہے اور یہ باطل ترین قول ہے اس لئے فرمایا: ﴿ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ﴾ ''یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر باتیں'' تمہارے دعویٰ' کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، کی انتہا یہ ہے کہ یہ تمہاری خالی خولی باتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو کچھ بھی عبادت کی مستحق ہو۔

﴿ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ ﴾ ''بلکہ خوب صورت کر دیئے گئے ہیں کافروں کے لیے ان کے فریب'' وہ چال جو انہوں نے چلی' یعنی ان کا کفر' شرک اور آیات الٰہی کو جھٹلانا ﴿ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ﴾ ''اور وہ (ہدایت کے) راستے سے روک لیے گئے ہیں۔'' یعنی انہیں صراط مستقیم سے روک دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کرامت کے گھر تک پہنچاتا ہے ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ ''اور جس کو گمراہ کر دے اللہ' اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں''۔ کیونکہ کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ﴾

''ان کے لئے عذاب ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے''یعنی آخرت کا عذاب اپنی شدت اور دوام کی بنا پر دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ ''اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں'' جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے' جب اس کے عذاب کا رخ ان کی طرف پھیر دیا جائے گا تو اسے کوئی نہیں روک سکے گا۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ

صفت اس جنت کی جس کا وعدہ دیئے گئے ہیں متقی لوگ (یہ ہے کہ) بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں' اس کے پھل دائمی ہیں

وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۳۵

اور اس کا سایہ بھی، یہ انجام ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور انجام کافروں کا آگ ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''جنت کا حال' جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے ہے'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نواہی کو ترک کر دیا اور اس کے اوامر کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کی' ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ اس جنت کا وصف اور اس کی حقیقت یہ ہے ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں'' یعنی شہد' شراب' دودھ اور پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں گڑھے نہ ہوں گے۔ یہ نہریں جنت کے باغات اور درختوں کو سیراب کریں گی' یہ باغات اور درخت ہر قسم کے پھل اٹھائیں گے۔ ﴿اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا﴾ ''ان کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان کا سایہ بھی لازوال ہے'' ﴿تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ ''یہ انجام ہے ان لوگوں کا جو ڈرتے رہے'' یعنی ان کا انجام اور ان کی عاقبت جس کی طرف یہ رواں دواں ہیں ﴿وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾ ''اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔'' پس دیکھ لو! دونوں فریقوں کے درمیان کتنا واضح فرق ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ

اور وہ لوگ کہ دی ہم نے انکو کتاب، وہ خوش ہوتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے جو اتارا گیا ہے آپکی طرف، اور کچھ گروہ وہ ہیں جو انکار کرتے ہیں

بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ

اسکے بعض (احکام) کا' کہہ دیجیے مجھے تو حکم دیا گیا ہے اسکا کہ میں عبادت کروں صرف اللہ ہی کی، اور نہ شریک ٹھہراؤں ساتھ اسکے (کسی کو بھی)

اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۳۶

اسی کی طرف بلاتا ہوں میں اور اسی کی طرف واپسی ہے میری ○

﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''اور وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب'' یعنی ہم نے ان کو کتاب اللہ اور اس کی معرفت سے نوازا ﴿يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ ''وہ خوش ہوتے ہیں اس پر جو نازل ہوا آپ پر'' پس

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں' اس کی تصدیق کرتے ہیں اور کتب الٰہیہ کی ایک دوسری کے ساتھ موافقت اور ایک دوسری کی تصدیق کرنے کی بنا پر خوش ہوتے ہیں یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔
﴿ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ﴾ ''اور بعض گروہ وہ ہیں جو اس کی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں'' یعنی کفار کے' حق سے منحرف' گروہ اس قرآن کے کچھ حصے کا انکار کرتے ہیں اور اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ (الزمر ۴۱/۳۹) ''تو جو کوئی راہ راست پر چلتا ہے (تو اس کی راست روی) اس کے اپنے لئے فائدہ مند ہے۔ اور جو کوئی گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہے۔'' ''اے محمد! (ﷺ) آپ تو صرف ڈرانے والے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔
﴿ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ﴾ ''کہہ دیجئے! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں'' یعنی مجھے صرف اللہ وحدہ کے لئے دین کو خالص کرنے کا حکم دیا گیا ہے ﴿اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ﴾ ''اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے'' یعنی وہی میرا مرجع ہے۔ جس کی طرف میں لوٹوں گا وہ مجھے اس بات کی جزا دے گا کہ میں نے اس کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور مجھے جو حکم دیا گیا میں نے اس کی تعمیل کی۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا
اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو حکم عربی زبان میں، اور البتہ اگر پیروی کی آپ نے انکی خواہشوں کی بعد اسکے کہ
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۳۷ ع ۵
آیا آپ کے پاس علم، تو نہیں ہوگا واسطے آپ کے اللہ (کے عذاب) سے کوئی حمایتی اور نہ کوئی بچانے والا ○

یعنی ہم نے اس قرآن اور اس کتاب کو فرمان عربی بنا کر نازل کیا ہے یعنی واضح ترین اور فصیح ترین زبان کے ذریعے سے اسے محکم اور پختہ بنا کر نازل کیا ہے تاکہ اس میں کوئی شک وشبہ واقع نہ ہو' تاکہ یہ اس امر کا موجب ہو کہ صرف اسی کی اتباع کی جائے' اس میں مداہنت نہ کی جائے اور بے علم لوگوں کی خواہشات نفس میں سے اس کے متضاد اور متناقض امور کی پیروی نہ کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو...... درآں حالیکہ آپ معصوم ہیں...... وعید سنائی تاکہ آپ کو آپ کی عصمت یاد دلائے' اور تاکہ تمام احکام میں آپ امت کے لئے نمونہ بنیں۔ فرمایا: ﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ ''اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی' اس علم کے بعد جو آپ کے پاس پہنچا'' واضح علم' جو آپ کو ان کی خواہشات نفس کی پیروی سے روکتا ہے ﴿مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ ﴾ ''تو نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ کے مقابلے میں کوئی حمایتی'' جو آپ کی سرپرستی کرے اور آپ کو آپ کا امر محبوب عطا کرے ﴿ وَّلَا وَاقٍ ﴾ ''اور نہ کوئی بچانے والا'' جو آپ کو امر مکروہ سے بچا سکے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ
اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے کئی رسول آپ سے پہلے، اور کیں ہم نے واسطے ان کے بیویاں اور اولاد، اور نہیں ہے (اختیار)
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۞ ۳۸ يَمْحُوا اللّٰهُ
واسطے کسی رسول کے یہ کہ وہ لے آئے کوئی نشانی (معجزہ) مگر ساتھ اللہ کے حکم کے، ہر مقررہ وعدے کیلئے لکھا ہوا (وقت) ہے○ مٹاتا ہے اللہ
مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۞ ۳۹
جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے (جو چاہے)، اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب○

یعنی آپ ﷺ پہلے رسول نہیں ہیں، جن کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، کہ یہ لوگ آپ کی رسالت کو کوئی انوکھی چیز سمجھیں۔ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ﴾ ''اور آپ سے پہلے ہم نے کئی رسول بھیجے اور دیں ہم نے ان کو بیویاں اور اولاد'' اس لئے آپ ﷺ کے دشمن اس وجہ سے آپ کی عیب چینی نہ کریں کہ آپ کے بیوی بچے ہیں۔ آپ کے بھائی دیگر انبیاء و مرسلین کے بھی بیوی بچے تھے۔ تب وہ آپ میں کس بات پر جرح وقدح کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ سے قبل انبیاء ورسل بھی اسی طرح تھے۔ ان کی یہ عیب چینی اپنی اغراض فاسدہ اور خواہشات نفس کی خاطر ہے...... اگر وہ آپ سے کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں تو اپنی خواہش کے مطابق مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ کو کسی چیز کا بھی اختیار نہیں۔

﴿ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور کسی رسول سے یہ نہیں ہوا کہ وہ لے آئے کوئی نشانی، مگر اللہ کے حکم سے'' اور اللہ تعالیٰ معجزے دکھانے کی تب اجازت دیتا ہے جب اس کی قضا وقدر کے مطابق مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے۔ ﴿ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴾ ''ہر ایک وعدہ لکھا ہوا ہے'' اور یہ مقرر کیا ہوا وقت آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے، لہٰذا ان کا آیات و معجزات اور عذاب کے مطالبے میں جلدی مچانا اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ وقت کو آگے کر دے جس کو اس نے اپنی تقدیر میں موخر کر رکھا ہے۔ بایں ہمہ کہ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ ﴿ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے'' یعنی وہ اپنی مقرر کردہ تقدیر میں سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے ﴿ وَ يُثْبِتُ ﴾ ''اور قائم رکھتا ہے۔'' یعنی اس تقدیر میں سے جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور یہ تغیر اور محو کرنا ان امور کے علاوہ ہے جن کو اس کا قلم تقدیر لکھ چکا ہے۔ پس ان امور میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ محال ہے کہ اس کے علم میں کوئی نقص یا خلل ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴾ ''اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔'' یعنی اس کے پاس لوح محفوظ ہے۔ جس کی طرف تمام اشیاء لوٹتی ہیں یہ اصل ہے اور باقی تمام اشیاء اس کی فروع ہیں۔ پس تغیر وتبدل فروع میں واقع ہوتا ہے مثلاً روز وشب کے اعمال جن کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور ان اعمال کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اسباب فراہم کرتا ہے

اور ان کو محو کرنے کے لئے بھی اسباب مہیا کرتا ہے اور یہ اسباب اس نوشتہ، تقدیر سے تجاوز نہیں کرتے جو لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے نیکی، صلہ رحمی اور احسان کو لمبی عمر اور کشائش رزق کے لئے اسباب بنایا ہے، جیسے گناہوں کو رزق اور عمر میں بے برکتی کا سبب بنایا ہے۔ اور جیسے ہلاکت سے نجات کے اسباب کو سلامتی کا سبب بنایا اور جیسے ہلاکت کے مواقع میں پڑنے کو ہلاکت کا سبب بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادے کے مطابق تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، اس کی تدبیر اس کے مخالف نہیں ہوتی جسے اس نے اپنے علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ

اور اگر ہم دکھائیں آپ کو بعض وہ (عذاب) جس کا ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے، یا ہم وفات دیدیں آپ کو، پس آپ پر تو صرف پہنچانا ہی ہے،

وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ

اور ہم پر ہے حساب (لینا) ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک ہم چلے آتے ہیں (انکی) زمین کو، کم کرتے ہوئے اسے اس کے اطراف سے،

وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۴۱﴾

اور اللہ حکم کرتا ہے، نہیں ہے کوئی رد کرنے والا اس کے حکم کو، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا ہے کہ کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے آپ اس کے بارے میں جلدی نہ کریں۔ اگر وہ اپنی سرکشی اور کفر پر جمے رہے تو وہ عذاب ان کو ضرور آئے گا جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے۔ ﴿وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ﴾ ''اگر دکھلا دیں ہم آپ کو'' یعنی ان کو عذاب دیا جانا ہم آپ کو دنیا ہی میں دکھا دیں جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہ نزول عذاب اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور اس کی حمد وثنا پر مبنی ہے کوئی اس میں نقص اور خامی تلاش نہیں کر سکتا اور نہ اس میں جرح وقدح کی کوئی گنجائش ہے۔ ﴿اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ ''یا آپ کو اٹھا لیں'' یعنی ان پر نزول عذاب سے قبل اگر ہم آپ کو وفات دے دیں پس آپ اس میں مشغول نہ ہوں۔ ﴿فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ﴾ ''آپ کے ذمہ تو پہنچا دینا ہے۔'' اور مخلوق کے سامنے بیان کر دینا ہے ﴿وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ﴾ ''اور حساب لینا ہمارے ذمے ہے'' ہم مخلوق سے ان کی ذمہ داریوں کا حساب لیں گے کہ انہوں نے ان کو پورا کیا ہے یا ضائع کیا ہے۔ پھر ہم انہیں ثواب سے نوازیں گے یا عذاب میں مبتلا کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جھٹلانے والوں کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا﴾ ''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں'' یعنی جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور ظالموں کے استیصال کے ذریعے سے زمین کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آ رہے

ہیں۔ نیز اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشرکین کے شہروں کی فتح، ان کے مال اور بدن میں کمی کے ذریعے سے چاروں طرف سے ان پر حلقہ تنگ ہوتا جارہا ہے......اس کی تفسیر میں بعض دیگر اقوال بھی ہیں۔

اس کے ظاہر معنی یہ ہیں......واللہ تعالیٰ اعلم......کہ اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کی اراضی کی حالت یہ بنا دی کہ وہ فتح ہورہی ہیں اور چھینی جارہی ہیں، ان پر چاروں طرف سے مصائب ٹوٹ رہے ہیں، ان کی جان و مال میں کمی سے پہلے یہ ان کے لئے تنبیہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے عذاب نازل کررہا ہے جسے کوئی رد کرنے پر قادر نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ﴾ ''اور اللہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے فیصلے کو کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں'' اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم شرعی، حکم کونی و قدری اور حکم جزائی داخل ہے۔ یہ تمام احکام، جن کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے، حکمت اور پختگی کے بلند ترین درجے پر پائے جاتے ہیں، جن میں کوئی نقص اور کوئی خلل نہیں۔ بلکہ یہ تمام احکام عدل و انصاف اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مبنی ہیں کوئی ان فیصلوں میں خامی اور نقص تلاش نہیں کرسکتا اور نہ ان میں جرح و قدح کی کوئی گنجائش ہے۔ اس کے برعکس دیگر ہستیوں کے فیصلے کبھی حق و صواب کے موافق ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ ﴿ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴾ ''اور وہ جلد حساب لینے والا ہے'' یعنی وہ عذاب کے مطالبے میں جلدی نہ مچائیں کیونکہ ہر وہ چیز جسے آنا ہے وہ قریب ہوتی ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا ؕ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

اور تحقیق تدبیریں کی تھیں (انبیاء کے خلاف) ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، پس واسطے اللہ ہی کے ہیں تدبیریں ساری، وہ جانتا ہے جو کچھ کماتا ہے ہر

نَفْسٍ ؕ وَسَیَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ

نفس، اور عنقریب جان لیں گے کافر کس کیلئے ہے (اچھا) انجام آخرت کا؟ ○ اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں ہے تو رسول،

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۲

آپ کہہ دیجئے، کافی ہے اللہ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان، اور وہ شخص (بھی) کہ اس کے پاس ہے علم کتاب کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''ان سے پہلے لوگوں نے بھی چال چلی۔'' یعنی انہوں نے اپنے رسولوں اور اس حق کے خلاف سازشیں کیں جنہیں لے کر رسول آئے تھے مگر ان کی چالیں اور سازشیں کسی کام نہ آئیں اور وہ کچھ بھی نہ کرسکے۔ کیونکہ وہ اللہ کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ ﴿ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا ﴾ ''پس اللہ کے ہاتھ میں ہے سب تدبیر'' یعنی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چال چلنے پر قادر نہیں اور یہ چال اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے تحت آتی ہے۔ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں لہٰذا ان کی سازش اور چال ناکامی اور ندامت کا داغ لے کر انہی کی طرف لوٹے گی۔ ﴿ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس'' کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر جان کے بارے میں خوب جانتا ہے کہ اس نے کیا کمائی کی،

یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک نفس کے عزم وارادے اور ظاہری اور باطنی اعمال کو خوب جانتا ہے۔ مکر اور سازش بھی لازمی طور پر انسان کے اکتساب میں شمار ہوتے ہیں‘ پس ان کا مکر اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں۔ اس لئے یہ ممتنع ہے کہ ان کی چال حق اور اہل حق کو نقصان پہنچا کر ان کو کوئی فائدہ دے۔ فرمایا: ﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ”اور عنقریب جان لیں گے کافر کہ کس کے لئے ہے گھر عاقبت کا“ یعنی اچھا انجام کفار کے لئے ہے یا اللہ کے رسولوں کے لئے؟ اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ اہل تقویٰ کی عاقبت اچھی ہے۔ کفر اور اہل کفر کی عاقبت اچھی نہیں ہے۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ”اور کافر کہتے ہیں کہ آپ بھیجے ہوئے نہیں ہیں“ یعنی کفار آپ ﷺ کی اور اس حق کی تکذیب کرتے ہیں جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے ﴿قُلْ﴾ اگر وہ آپ سے گواہ طلب کریں تو ان سے کہہ دیجئے ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ ”اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے“ اور اس کی گواہی اس کے قول وفعل اور اقرار کے ذریعے سے ہوتی ہے۔

قول کے ذریعے سے اس کی شہادت یہ ہے کہ اس نے یہ قرآن مخلوق میں سب سے سچی ہستی پر نازل فرمایا جو آپ ﷺ کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی تائید سے نوازا اور آپ کو ایسی فتح ونصرت عطا کی جو آپ کی‘ آپ کے اصحاب اور آپ کے متبعین کی قدرت واختیار سے باہر تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فعل وتائید کے ذریعے سے شہادت ہے۔ اقرار کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خبر دی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ پس جو کوئی آپ کی اطاعت کرتا ہے اس کے لئے اللہ کی رضامندی اور اس کی کرامت ہے اور جو کوئی آپ کی اطاعت نہیں کرتا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم ہے اور اس کا خون اور مال حلال ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دعوے پر برقرار رکھتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آپ کو عذاب دے دیتا۔

﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ ”اور جس کو خبر ہے کتاب کی“ یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے تمام علماء کو شامل ہے۔ کیونکہ ان میں سے جو کوئی ایمان لا کر حق کی اتباع کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی گواہی دیتا ہے اور نہایت صراحت سے آپ کے حق میں شہادت دیتا ہے اور ان میں سے جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خبر کہ اس کے پاس شہادت ہے‘ اس کی خبر سے زیادہ بلیغ ہے۔ اگر اس کے پاس شہادت نہ ہوتی‘ تو دلیل کے ساتھ اپنے طلب شہادت کو رد کر دیتا۔ پس اس کا سکوت دلالت کرتا ہے کہ اس کے پاس رسول کے حق میں شہادت موجود ہے جو اس نے چھپا رکھی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل کتاب سے گواہی لینے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ وہ گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہیں

ہر معاملے میں صرف اسی شخص سے گواہی لی جانی چاہیے جو اس کا اہل ہو اور دوسروں کی نسبت اس بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اس معاملے میں بالکل اجنبی ہوں، مثلاً ان پڑھ مشرکین عرب وغیرہ، تو ان سے شہادت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انہیں اس معاملے کی کوئی خبر ہے نہ انہیں اس کی معرفت ہی حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیر سورۃ ابراھیم

سُوْرَةُ اِبْرٰهِیْمَ (۱۴) مَكِّيَّةٌ (۷۲) — اٰیَاتُهَا ۵۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

الٓر (یہ) عظیم الشان کتاب ہے، نازل کیا ہے ہم نے اسے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف ان کے رب کے حکم سے،

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اس کے راستے کی طرف جو غالب ہے، قابل تعریف ہے ○ (یعنی) اللہ (کی طرف) وہ ذات کہ اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے،

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ② الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اور ہلاکت ہے واسطے کافروں کے سخت عذاب سے ○ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں زندگانی دنیا کو

عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ

اوپر آخرت کے اور وہ روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے، اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی،

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③

یہ لوگ ہیں دور کی گمراہی میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے مخلوق کے فائدے کے لئے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو کفر و جہالت، اخلاق بد اور مختلف اقسام کے گناہوں کی تاریکی سے نکال کر علم و ایمان اور اخلاق حسنہ کی روشنی میں لے جائے اور فرمایا ﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''ان کے رب کے حکم سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی محبوب مراد صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں بندوں کے لئے ترغیب ہے کہ وہ اپنے رب سے مدد طلب کریں۔ پھر اللہ نے اس ''نور'' کی تفسیر بیان فرمائی جس کی طرف یہ کتاب راہنمائی کرتی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''غالب اور قابل تعریف (اللہ) کے راستے کی طرف۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عزت و تکریم والے گھر تک پہنچانے والا راستہ، جو حق کے علم اور اس پر عمل کو متضمن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے راستے کا ذکر کرنے کے بعد ﴿الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ

ہے کہ جو کوئی اس راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے کوئی اعوان و انصار نہ ہوں' تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے غلبے کے ساتھ غالب اور طاقتور ہے' وہ اپنے تمام امور میں قابل ستائش اور اچھے انجام کا مالک ہے۔ نیز یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ' اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور نعوت جلال پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور جس نے اپنے بندوں کے لئے یہ راستہ مقرر کیا ہے' وہ غالب' قوت والا' اپنے اقوال و افعال اور احکام میں قابل ستائش ہے۔ وہ معبود ہے اور تمام عبادات کا مستحق ہے یہ عبادات اس صراط مستقیم کی مَنازِل ہیں۔ اللہ تعالیٰ' تخلیق' رزق اور تدبیر کے اعتبار سے' جس طرح آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اسی طرح وہ اپنے بندوں پر احکام دینی بھی نافذ کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی ملکیت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں کہ وہ ان کو بے فائدہ چھوڑ دے۔

جب اللہ تعالیٰ نے دلیل اور برہان واضح کر دی تو اس نے ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴾ ''اور ہلاکت ہے کافروں کے لئے سخت عذاب کی صورت میں'' یعنی اس کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ﴾ ''وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں آخرت پر'' پس وہ دنیا پر راضی اور مطمئن ہو کر آخرت سے غافل ہو گئے۔ ﴿ وَيَصُدُّوْنَ ﴾ ''اور (لوگوں کو) روکتے ہیں'' ﴿ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کے راستے سے'' وہ راستہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اسے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان پر خوب بیان کر دیا ہے' مگر یہ لوگ اپنے آقا و مولا کے مقابلے میں عداوت و محاربت کا اظہار کرتے ہیں ﴿ وَيَبْغُوْنَهَا ﴾ ''اور تلاش کرتے ہیں اس میں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿ عِوَجًا ﴾ ''کجی'' یعنی وہ اس راستے کو خراب کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی وہ لوگ جن کا وصف بیان کیا گیا ہے، ﴿ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴾ ''دور کی گمراہی میں ہیں'' کیونکہ وہ خود گمراہ ہوئے' لوگوں کو گمراہ کیا' انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور ان کے خلاف جنگ کی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کون سی گمراہی ہے؟ لیکن اہل ایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں' دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں' وہ لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں' وہ امکان بھر اس راستے کو خوبصورت بناتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ سیدھا رہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر زبان میں اسی کی قوم کی' تاکہ وہ (کھول کر) بیان کرے ان کے لئے، پھر گمراہ کرتا ہے اللہ

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے، اور وہ غالب ہے نہایت حکمت والا ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف وکرم ہے کہ ''اس نے ہر ایک رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے ان امور کو واضح کرے جن کے وہ محتاج ہیں'' اور وہ ان کی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں کتاب لے کر آیا ہوتا تو وہ اس زبان کو سیکھنے کے محتاج ہوتے جس میں رسول کلام کرتا ہے تب کہیں جا کر رسول کی باتیں ان کی سمجھ میں آتیں۔ پس جب رسول ان تمام امور کو بیان کر دیتا ہے جن کا انہیں حکم دیا گیا اور جن سے ان کو روکا گیا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے تو ان میں سے جو لوگ ہدایت کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن کو اپنی رحمت کے لئے مختص کر لیتا ہے ان کو راہ ہدایت سے نواز دیتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہ غالب حکمت والا ہے'' جس کا غلبہ یہ ہے کہ وہ ہدایت دینے' گمراہ کرنے اور جس طرف چاہے دلوں کو پھیر دینے میں منفرد ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو اسی مقام پر واقع کرتا ہے جو ان کے لائق ہے۔ اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ علوم عربیہ' جن کے ذریعے سے کلام اللہ اور کلام رسول کی توضیح وتبیین ہوتی ہے' امور مطلوبہ میں شمار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں کیونکہ ان کے بغیر کتاب اللہ کی معرفت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ البتہ اگر لوگوں کی حالت یہ ہو کہ وہ ان علوم عربیہ کے محتاج نہ ہوں' اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ انہیں عربی زبان پر عبور حاصل ہو اور ان کے چھوٹے بچوں نے عربی زبان میں تعلیم وتربیت حاصل کی ہو اور عربی زبان ان کی طبیعت بن گئی ہو' تو اس صورت میں اس مشقت میں پڑنے کی ان کو ضرورت نہیں' اور وہ ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دین اس طرح اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (بغیر علوم آلیہ اور عربیہ کے) دین اخذ کیا تھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی آیتوں (معجزوں) کے یہ کہ نکال تو اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف،
وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
اور یاد دلا انہیں احسانات اللہ کے، بیشک ان میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر شاکر کے ○ اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے
لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ
اپنی قوم سے، یاد کرو تم نعمت اللہ کی اوپر اپنے جب اس نے نجات دی تمہیں آل فرعون سے، وہ پہنچاتے تھے تم کو سخت
الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ
عذاب، اور ذبح کرتے تھے وہ بیٹے تمہارے اور زندہ چھوڑتے تھے بیٹیاں تمہاری، اور اس میں آزمائش تھی
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ۧ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ
تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی ○ اور جب آگاہ کر دیا (تھا) تمہارے رب نے، البتہ اگر شکر کرو گے تم تو یقیناً (اور) زیادہ دوں گا میں تمہیں

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ

اور البتہ اگر کفر کرو گے تم تو بلاشبہ میرا عذاب بھی بہت سخت ہے○اور کہا موسیٰ نے، اگر کفر کرو گے تم

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں سارے، تو بے شک اللہ یقیناً بے پروا، قابل تعریف ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی بڑی بڑی نشانیوں کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو آپ کی رسالت کی صداقت اور صحت پر دلالت کرتی تھیں اور ان کو بھی وہی حکم دیا جو اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے بلکہ یہ وہی حکم ہے جو تمام انبیاء ومرسلین نے اپنی قوم کو دیا تھا ﴿ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ ''یہ کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف'' یعنی جہالت، کفر اور اس کی فروعات کی تاریکیوں سے نکال کر علم، ایمان اور اس کے توابع کی روشنی کی طرف۔ ﴿ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ﴾ ''اور یاد دلا ان کو اللہ کے دن'' یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات اور جھٹلانے والی قوموں (کفار) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک اور وقائع یاد دلایئے تاکہ یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کے عذاب سے ڈریں۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ﴾ ''اس میں'' یعنی بندوں کے متعلق ایام الٰہی میں ﴿ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ''ہر صابر و شاکر کے لئے نشانیاں ہیں'' یعنی مصائب، تکلیف اور تنگی میں نہایت صابر، اور خوشحالی اور نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے۔

ایام الٰہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت، بے پایاں احسان اور اپنے کامل عدل وحکمت پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور ان کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اللہ نے تم پر جو انعامات کیے ہیں ان کو یاد کرو۔'' یعنی اپنے دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ ﴿ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ ﴾ ''جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے بچایا، وہ چکھاتے تھے تمہیں'' یعنی تمہیں عذاب دیتے تھے ﴿ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ ''برے عذاب'' یعنی سخت ترین عذاب، پھر اس عذاب کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ﴾ ''اور وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے'' یعنی وہ تمہاری عورتوں کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو زندہ رکھتے تھے ﴿ وَفِيْ ذٰلِكُمْ ﴾ ''اور اس میں'' یعنی اس نجات میں ﴿ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ ''تمہارے رب کی طرف سے عظیم نعمت تھی۔'' یعنی عظیم نعمت تھی یا (اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ) اس عذاب میں جس میں تمہیں فرعون اور اس کے سرداروں نے مبتلا کیا تھا، تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی تاکہ وہ دیکھے کہ آیا تم اس سے عبرت حاصل کرتے ہو یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتوں پر شکر کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ ﴾ ''جب تمہارے

رب نے آگاہ کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا اور وعدہ کیا ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا'' یعنی اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا ﴿ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''اور اگر تم نے کفر کیا تو میرا عذاب نہایت سخت ہے'' عذاب کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کو زائل کر دے جو انہیں عطا کی تھیں۔ شکر سے مراد دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا' ان نعمتوں پر دل سے اس کی حمد و ثنا کرنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرنا ہے۔ اور ان امور کے برعکس رویہ اختیار کرنا' کفران نعمت ہے۔

﴿ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ ''موسیٰ نے کہا' اگر تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے کفر کریں'' تو تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا'' پس نیکیاں اس کی بادشاہی میں اضافہ کر سکتی ہیں نہ گناہ اس کی بادشاہی میں کوئی کمی واقع کر سکتے ہیں' وہ غنا میں کامل ہے اور وہ اپنی ذات' اپنے اسماء و صفات اور افعال میں قابل حمد و ستائش ہے اس کی ہر صفت' صفت حمد و کمال ہے۔ اس کا ہر نام اچھا نام ہے اور اس کا ہر فعل' فعل جمیل ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ۬ وَالَّذِيْنَ

کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) قوم نوح اور عاد اور ثمود کی، اور وہ لوگ جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

انکے بعد ہوئے، نہیں جانتا انہیں (کوئی بھی) سوائے اللہ کے، آئے تھے انکے پاس رسول انکے واضح دلیلوں کیساتھ، پس لوٹائے انہوں نے

اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں اور کہا، بیشک ہم نہیں مانتے اس چیز کو کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اسکے اور بیشک ہم تو البتہ ایسے شک میں ہیں اس سے کہ

تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝۹ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

تم بلاتے ہو ہمیں اسکی طرف، جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے ○ کہا انکے رسولوں نے کیا اس اللہ کی بابت شک ہے (تمہیں) جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

اور زمین کا؟ وہ بلاتا ہے تمہیں تاکہ وہ بخش دے تمہارے لیے تمہارے گناہ، اور (تاکہ) مہلت دے تمہیں ایک وقت مقرر (موت) تک،

قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

انہوں نے کہا، نہیں ہو تم مگر بشر ہم جیسے ہی، تم چاہتے ہو یہ کہ روک دو ہمیں ان (معبودوں) سے کہ تھے (ان کی) عبادت کرتے

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ

باپ دادا ہمارے، پس لے آؤ تم ہمارے پاس کوئی دلیل واضح ○ کہا ان سے ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر بشر

مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ

تم جیسے ہی، لیکن اللہ احسان کرتا ہے اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، اور نہیں ہے (اختیار) واسطے ہمارے یہ کہ ہم لے آئیں تمہارے پاس

بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا
کوئی معجزہ بغیر حکم اللہ کے، اور اوپر اللہ ہی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں مومن ○ اور کیا (عذر) ہے ہمارے لئے کہ نہ
نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ
بھروسہ کریں ہم اوپر اللہ کے جبکہ اس نے دکھائیں ہمیں ہماری (ہدایت کی) راہیں؟ اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے اوپر اس کے
اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع
جو اذیت دیتے ہو تم ہمیں، اور اوپر اللہ ہی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے ○

جھٹلانے والی قوموں کے پاس جب ان کے رسول آئے اور انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ان قوموں پر عذاب نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں ان کو جو سزا دے دی یہ عذاب لوگوں نے دیکھا اور سنا، پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس عذاب سے ڈراتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ”کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، قوم نوح، عاد اور ثمود“ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہایت بسط و تفصیل سے ان کے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ”اور جو ان کے بعد ہوئے، جن کو صرف اللہ جانتا ہے“ ان کی کثرت اور ان کی تاریخ مٹ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا ﴿جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ”ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے“ یعنی ان کے رسول ان کے پاس ایسے دلائل لے کر آئے جو ان کی تعلیمات کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی رسول مبعوث فرمایا اس کو ایسی آیات عطا فرمائیں جو انسان کے بس میں نہ تھیں۔ جب ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان دلائل کے سامنے سرتسلیم خم نہ کیا بلکہ انہوں نے نہایت تکبر کے ساتھ ان کو ٹھکرا دیا۔ ﴿فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ﴾ ”پس لوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں“ یعنی وہ اس وحی پر ایمان نہ لائے جو رسول لے کر آئے تھے انہوں نے کوئی ایسی بات نہ کہی جو ان کے ایمان پر دلالت کرتی ہو۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ (البقرة: ۱۹/۲) ”تو یہ بجلی کی کڑک سے ڈر کر موت کے خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔“

﴿وَقَالُوْٓا﴾ اور صراحت کے ساتھ اپنے رسولوں سے انہوں نے کہا: ﴿اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ ”ہم نے انکار کیا اس چیز کا جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا اور بے شک ہمیں اس چیز میں جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ایک خلجان میں ڈالنے والا شک ہے۔“

اس بارے میں انہوں نے یقیناً جھوٹ کہا تھا اور ظلم کیا تھا۔ اسی لئے ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ﴾ ”ان کے رسولوں نے

(ان سے) کہا: ﴿ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ ﴾ ''کیا اللہ کے بارے میں بھی شک ہے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود واضح ترین اور روشن ترین حقیقت ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرتا ہے ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔'' یعنی جس کے وجود پر تمام اشیاء کے وجود کا دارومدار ہے۔ تو اس کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں جو معلوم ہو، حتیٰ کہ امور محسوسہ بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ اس لئے انبیاء و مرسلین نے ان کو اس طرح خطاب فرمایا ہے کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ ﴿ یَدْعُوْكُمْ ﴾ ''وہ تمہیں بلاتا ہے'' یعنی وہ تمہیں تمہارے فائدے کے امور اور تمہارے مصالح کی طرف بلاتا ہے ﴿ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''تاکہ تمہارے گناہ بخشے اور فائدہ پہنچانے کے لیے ایک مدت مقرر تک تم کو مہلت دے۔'' یعنی تمہیں رسول کی دعوت پر لبیک کہنے کے اجر میں دنیاوی اور اخروی ثواب عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے دعوت نہیں دی کہ تمہاری عبادت سے مستفید ہو بلکہ تمہاری عبادت کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا۔ انہوں نے اپنے رسولوں کی دعوت کو اس طرح ٹھکرا دیا جیسے جاہل اور بے قوف لوگ ٹھکراتے ہیں ﴿ قَالُوْۤا ﴾ انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا ﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ ''تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو'' یعنی تمہیں ہم پر نبوت اور رسالت کی بنا پر کیسے فضیلت حاصل ہے؟ ﴿ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾ ''تم چاہتے ہو کہ تم ہمیں ان چیزوں سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے'' تب ہم تمہاری رائے کی خاطر اپنے آباء واجداد کی سیرت اور ان کے نظریات کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور ہم کیسے تمہاری اطاعت کر سکتے ہیں جب کہ تم ہماری ہی طرح انسان ہو؟ ﴿ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''پس ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل لاؤ۔'' یعنی واضح دلیل اور حجت پیش کرو اور دلیل سے ان کی مراد وہ آیت اور معین معجزہ تھا جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے، حالانکہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ ﴾ ان کے رسولوں نے ان کے مطالبے اور اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ ''ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں۔'' یعنی یہ صحیح اور حقیقت ہے کہ ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں ﴿ وَلٰكِنَّ ﴾ مگر تمہارا یہ اعتراض اس حق کو باطل نہیں کر سکتا جسے ہم لے کر آئے ہیں، کیونکہ ﴿ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ ''اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، احسان فرماتا ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی وحی اور رسالت سے نواز دیا، تو یہ اس کا فضل و احسان ہے اور کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو روک سکے اور اس کو اس کی نوازشوں سے منع کر سکے۔ تم اس چیز میں غور کرو جو ہم تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اگر وہ حق ہے تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ حق نہیں ہے تو بے شک اسے ٹھکرا دو۔ مگر ہم جو کچھ لے کر آئے اسے ٹھکرانے کے لئے ہمارے حال کو اپنے لئے دلیل نہ بناؤ اور تمہارا یہ کہنا ﴿ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''کوئی واضح

دلیل لے کر آؤ'' تو یہ چیز ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور ہمارے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں۔
﴿وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''ہمارا کام نہیں کہ تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں' مگر اللہ کے حکم سے'' یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے پاس معجزہ لے آئے اور اگر وہ نہ چاہے تو تمہارے پاس معجزہ نہ لائے' اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنی حکمت اور رحمت کے تقاضے کے مطابق کرتا ہے ﴿وَعَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی پر'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر نہیں ﴿فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''چاہیے کہ مومن بھروسہ کریں'' پس وہ اپنے مصالح کے حصول اور ضرر کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کفایت تامہ' قدرت کاملہ اور بے پایاں احسان کا مالک ہے۔ جلب مصالح اور دفع ضرر میں آسانی پیدا کرنے میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور ان کا توکل ان کے ایمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے توکل کا وجوب مستفاد ہوتا ہے نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توکل لوازمات ایمان اور بڑی بڑی عبادات میں شمار ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے کیونکہ تمام عبادات توکل پر موقوف ہیں۔ ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾ ''اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں اور وہ بتلا چکا ہمیں ہماری راہیں'' یعنی کون سی چیز ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے روک سکتی ہے۔ حالانکہ ہم واضح حق اور ہدایت پر ہیں اور جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو یہ ہدایت اس کے لئے توکل کی تکمیل کی موجب بنتی ہے۔ اسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ' اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر چلنے والے کے بوجھ کی کفالت کرتا اور اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے' توکل کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ اختیار نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی کفالت و کفایت کا ضامن نہیں ہوتا' پس اس کا حال متوکل کے حال کے برعکس ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں' انبیاء و مرسلین کی طرف سے گویا اپنی قوم کے لئے ایک عظیم معجزے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کی قوم غالب حالات میں' اقتدار اور غلبہ کی مالک ہوتی ہے۔ اس کے رسول ان کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ ان کی چالوں اور سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی کفایت کا پورا یقین ہے اور کفار کی انبیاء و مرسلین کی بیخ کنی کی خواہش اور نور حق کو بجھانے کی حرص کے باوجود' اللہ نے انبیاء و مرسلین کی کفایت کی اور انہیں کفار کے مکر و کید سے بچایا۔

یہ جناب نوح علیہ السلام کے اس قول کی مانند ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ (یونس: ۷۱/۱۰) ''اے میری قوم! اگر تمہارے درمیان میرا قیام اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے تمہیں میرا نصیحت کرنا تم پر گراں گزرتا ہے' تو میرا توکل اللہ پر ہے'

پس تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلے پر متفق ہو جاؤ اور تمہارے اس فیصلے کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔'' اسی طرح ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿ إِنِّيٓ أُشۡهِدُ ٱللَّهَ وَٱشۡهَدُوٓاْ أَنِّي بَرِيٓءٞ مِّمَّا تُشۡرِكُونَ ○ مِن دُونِهِۦۖ فَكِيدُونِي جَمِيعٗا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۵۴، ۵۵) ''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم نے جو اللہ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں میں ان سے بیزار ہوں، پس تم سب مل کر میرے خلاف چال چل لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔''

﴿ وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلَىٰ مَآ ءَاذَيۡتُمُونَاۚ ﴾ ''اور ہم ضرور ان تکلیفوں پر صبر کریں گے جو تم ہمیں دو گے'' یعنی ہم تمہیں حق کی دعوت دیتے اور تمہیں وعظ و نصیحت کرتے رہیں گے اور تمہاری طرف سے ہمیں جو تکلیف پہنچے گی ہم اس کی پروا نہ کریں گے، ہم اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے اپنے آپ کو تمہاری اذیتوں کا عادی بنائیں گے۔ شاید کثرت نصیحت کی بنا پر اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نواز دے۔ ﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ ﴾ ''اور صرف اللہ پر'' اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں، ﴿ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُتَوَكِّلُونَ ﴾ ''چاہیے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہر بھلائی کی کنجی ہے ...... آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء و مرسلین توکل کے بہترین مطالب اور بلند ترین مراتب پر فائز ہیں اور وہ ہے اقامت دین میں، اللہ تعالیٰ کی مدد میں، اس کے بندوں کی راہنمائی اور ان سے گمراہی کے ازالے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور یہ کامل ترین توکل ہے۔

وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُم مِّنۡ أَرۡضِنَآ أَوۡ لَتَعُودُنَّ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، اپنے رسولوں سے البتہ ہم ضرور نکال دیں گے تمہیں اپنی زمین سے، یا تم واپس آ جاؤ

فِي مِلَّتِنَاۖ فَأَوۡحَىٰٓ إِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝١٣ وَلَنُسۡكِنَنَّكُمُ ٱلۡأَرۡضَ

ہمارے دین میں، پس وحی کی انکی طرف انکے رب نے کہ یقیناً ہم ضرور ہلاک کر دینگے ظالموں کو ○ اور یقیناً ہم ضرور آباد کرینگے تمہیں اس زمین میں

مِنۢ بَعۡدِهِمۡۚ ذَٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝١٤ وَٱسۡتَفۡتَحُواْ وَخَابَ

بعد انکے، یہ (وعدہ) اس شخص کیلئے ہے جو ڈرے میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور ڈرے میری وعید سے ○ اور فتح طلب کی انہوں نے، اور نا کام ہوا

كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٖ ۝١٥ مِّن وَرَآئِهِۦ جَهَنَّمُ وَيُسۡقَىٰ مِن مَّآءٖ صَدِيدٖ ۝١٦

ہر سرکش، عناد رکھنے والا ○ آگے اس کے جہنم ہے، اور وہ پلایا جائے گا پانی (جہنمیوں کی) پیپ کا ○

يَتَجَرَّعُهُۥ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُۥ وَيَأۡتِيهِ ٱلۡمَوۡتُ مِن كُلِّ مَكَانٖ وَمَا هُوَ

وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا اسے، اور نہیں قریب کہ اتار سکے وہ اس کو حلق سے، اور آئیگی اس کو موت ہر طرف سے، اور نہیں ہو گا وہ

بِمَيِّتٖۖ وَمِن وَرَآئِهِۦ عَذَابٌ غَلِيظٞ ۝١٧

مرنے والا، اور اس (عذاب) سے آگے (اور) عذاب ہو گا نہایت سخت ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل کی اپنی قوم کے سامنے دعوت' اس پر دوام اور عدم ملال کا ذکر فرمایا' تو ان کی قوم کے ساتھ ان کا منتہائے حال بھی بیان فرمایا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ ﴾ ''اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا'' ان کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ﴾ ''ہم تمہیں اپنے وطن سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ'' یہ انبیاء کی دعوت کو ٹھکرانے کا سب سے زیادہ بلیغ طریقہ ہے اور اس کے بعد ان پر کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ انہوں نے ہدایت ہی سے روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے رسولوں کو ان کے وطن سے نکال دینے کی بھی دھمکی دی اور وطن کو صرف اپنی طرف منسوب کیا' ان کا زعم تھا کہ وطن پر رسولوں کا کوئی حق نہیں۔ اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روئے زمین پر پھیلایا اور ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور زمین اور زمین کی ہر چیز کو ان کے لئے مسخر کر دیا' اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ان چیزوں سے مدد لیتے ہیں۔ پس جو کوئی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کرتا ہے یہ اس کے لئے جائز ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں اور جو کوئی ان کو کفر اور مختلف قسم کے گناہ اور معاصی میں استعمال کرتا ہے تو یہ اشیاء اس کے لئے خالص ہیں نہ اس کے لئے حلال ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دشمنان انبیاء' درحقیقت' زمین کی کسی شے کے مالک نہیں' وہ زمین سے جس سے وہ انبیائے کرام کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اس کی کسی چیز کے بھی مالک نہیں...... اگر ہم مجرد عادت کی طرف رجوع کریں تو انبیاء ومرسلین بھی اہل بلاد میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے وطن ہی میں بسنے والے افراد ہیں' تب وہ انہیں ان کے واضح اور صریح حق سے کیوں محروم کر رہے ہیں کیا یہ تمام تر دین اور مروت کے منافی نہیں؟...... اسی لئے جب رسولوں کے خلاف ان کی سازشیں اس حال کو پہنچ گئیں تو اس کے سوا کچھ باقی نہ رہا کہ اللہ اپنے حکم کو نافذ کر دے اور اپنے اولیاء کی مدد کرے۔ ﴿ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''پس ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے'' عذاب کی مختلف اقسام کے ذریعے سے۔ ﴿ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ ﴾ ''اور ان کے بعد ہم تم کو زمین میں آباد کریں گے' یہ'' یعنی یہ اچھا انجام جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل اور ان کے پیروکاروں کو بہرہ ور کیا' اس شخص کی جزا ہے ﴿ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ ﴾ ''جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے'' یعنی جو دنیا میں' میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اس شخص کی مانند خوف کھاتا ہو جسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ ﴿ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴾ ''اور میرے عذاب سے خوف کرے۔'' یعنی میری وعید سے ڈرتا ہو جو میں نے اپنے نافرمانوں کو سنائی ہے' پس یہ ڈر اس بات کا موجب ہے کہ وہ ان امور سے رک جائے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ان کی طرف سبقت کرے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

﴿ وَاسْتَفْتَحُوْا ﴾ ''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا'' یعنی کفار نے۔ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے اس کے اولیاء اور اس کے اعداء کے درمیان تفریق و امتیاز کے مطالبے میں جلدی مچائی پس انہوں نے جو فیصلہ طلب کیا تھا وہ ان کے پاس آ گیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو نہایت حلم والا ہے۔ وہ اپنے نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ﴿ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴾ ''اور نامراد ہوا ہر سرکش ضدی'' یعنی جو اللہ تعالیٰ حق اور اللہ کے بندوں کے مقابلے میں سرکشی دکھاتا ہے زمین میں تکبر کرتا ہے اور انبیاء و رسل کے خلاف عناد رکھتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر ہوتا ہے۔

﴿ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ ﴾ ''اس کے پیچھے دوزخ ہے'' یعنی جہنم اس معاند حق جابر شخص کی گھات میں ہے وہ ضرور اس جہنم میں وارد ہوگا تب اسے سخت عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ ﴿ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴾ ''اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا'' جو اپنے رنگ ذائقے اور بدبو میں خون اور پیپ جیسا ہوگا اور وہ انتہائی گرم ہوگا۔

﴿ يَّتَجَرَّعُهٗ ﴾ ''وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پیئے گا'' یعنی سخت پیاس کے مارے گھونٹ گھونٹ پیئے گا ﴿ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ﴾ ''اور اس کو گلے سے نہیں اتار سکے گا'' کیونکہ جب وہ اسے اپنے منہ کے قریب لے کر جائے گا تو وہ چہرے کو بھون کر رکھ دے گا اور جب یہ پانی پیٹ میں جائے گا تو جہاں سے گزرے گا انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ ﴿ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ﴾ ''اور اسے ہر جگہ سے موت آئے گی جب کہ وہ مرے گا نہیں'' یعنی اس کو ہر قسم کا سخت عذاب دیا جائے گا اور اپنی شدت کے اعتبار سے عذاب کی ہر نوع موت کی مانند ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوگا کہ اسے موت نہ آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۳۶، ۳۷) ''انہیں موت نہیں آئے گی کہ مر جائیں نہ ان پر عذاب ہی کو ہلکا کیا جائے گا ہم ہر بڑے کافر کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور وہ اس میں چلائیں گے''۔ ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ ﴾ ''اور اس کے پیچھے'' یعنی جبار معاند حق کے پیچھے ﴿ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴾ ''سخت عذاب ہوگا'' یعنی نہایت قوی اور سخت عذاب جس کے وصف اور شدت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ

حال ان لوگوں (کے عملوں) کا جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ (یہ ہوگا کہ) انکے اعمال مانند اس راکھ کے ہوں گے کہ سخت چلی اس (راکھ) پر ہوا،

فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸

آندھی والے روز، نہیں قدرت رکھیں گے وہ ان اعمال میں سے جو انہوں نے کمائے اوپر کسی چیز کے (ان میں سے) یہی ہے گمراہی دور کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کے اعمال کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے...... اور ان اعمال سے یا تو وہ اعمال مراد

ہیں جوانہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کئے ہیں۔ یہ اعمال بے فائدہ جانے' اپنے بطلان اور اپنے اضمحلال میں راکھ کی مانند ہیں جو سب سے گھٹیا اور سب سے ہلکی چیز ہے۔ سخت آندھی والے دن جب سخت ہوا چلتی ہے' تو اس راکھ میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا' اس راکھ کے اڑ جانے اور مضمحل ہونے سے روکنے کی قدرت کوئی نہیں رکھتا۔ اسی طرح کفار کے اعمال ہیں ﴿لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''جو وہ کام کرتے رہے ان پر وہ کچھ دسترس نہ رکھیں گے۔'' یعنی وہ اپنے اعمال میں سے ذرہ بھر عمل کے اجر کے حصول پر بھی قادر نہ ہوں گے کیونکہ یہ عمل کفر اور تکذیب پر مبنی ہے ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ ''یہی ہے دور کی گمراہی'' کیونکہ ان کی کوشش رائیگاں گئی اور ان کا عمل باطل ہو گیا۔ یا ان اعمال سے مراد کفار کے وہ اعمال ہیں جن کے ذریعے سے وہ حق کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے' وہ حق میں جرح اور قدح کیا کرتے تھے۔ ان کے مکر و فریب کا وبال انہی کی طرف لوٹ آئے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور اس کے لشکر اور حق کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے؟ اگر وہ چاہے تو لے جائے تمہیں اور لے آئے مخلوق

جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا

نئی ○ اور نہیں ہے یہ (کام) اوپر اللہ کے کچھ بھی مشکل ○ اور وہ سامنے (کھڑے) ہوں گے اللہ کے سب' تو کہیں گے کمزور لوگ

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ

ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے (دنیا میں)، بے شک ہم تو تھے تمہارے تابع، پس کیا تم دور کر سکنے والے ہو ہم سے

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ

اللہ کا عذاب کچھ؟ وہ کہیں گے، اگر ہدایت دیتا ہمیں اللہ تو البتہ ہم بھی ہدایت کرتے تمہیں' برابر ہے ہم پر

اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع

آیا جزع فزع کریں ہم یا صبر کریں ہم، نہیں ہے واسطے ہمارے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''بے شک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ'' یعنی تاکہ مخلوق اس کی عبادت کرے اور اس کی معرفت حاصل کرے' اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے اوامر و نواہی جاری کرے اور مخلوق ان آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال پر استدلال کرے اور ان کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے اتنے بڑے اور وسیع آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ تمام مخلوق کو نئے سرے سے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے تاکہ ان کی نیکی اور بدی پر ان کو جزا و سزا دے اور اس کی قدرت و مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہیں ہے۔ بنا بریں

فرمایا: ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے'' اس آیت کریمہ میں اس معنیٰ کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے جو تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والی ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر دے اور پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے ایک نئی تخلیق عطا کرے۔ اس احتمال کے مطابق اس آیت سے قیامت کے احوال کا اثبات ہوتا ہے جن کا ذکر مابعد سطور میں آ رہا ہے۔ ﴿وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ﴾ ''اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (لقمان: ۲۸/۳۱) ''تمہیں پیدا کرنا اور پھر دوبارہ جلا اٹھانا ایک شخص کو پیدا کرنے اور اس کو جلا اٹھانے کی مانند ہے۔'' ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ (الروم: ۲۷/۳۰) ''وہی تو ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔''

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا﴾ ''اور سب لوگ اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے روز جب صور پھونکا جائے گا تو تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگی' سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی خدمت میں جائیں گے۔ وہ ایک ہموار زمین میں کھڑے ہوں گے جس میں تو کوئی نشیب وفراز نہ دیکھے گا۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور اس سے ان کی کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی۔ پس جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں گے تو آپس میں جھگڑا کریں گے' ہر شخص اپنے آپ کی مدافعت کرے گا۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے ﴿فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ ''پس کمزور کہیں گے'' یعنی پیروی کرنے والے اور مقلدین ﴿لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ''بڑائی والوں کو'' یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی تھی جو گمراہی کے میدان میں قیادت کرتے تھے ﴿اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ''ہم تو تمہارے پیرو تھے۔'' یعنی دنیا میں ہم تمہاری پیروی کرتے تھے' تم ہمیں گمراہی کا حکم دیا کرتے تھے اور گمراہی کو ہمارے سامنے آراستہ کیا کرتے تھے' پس تم نے ہمیں بدراہ کر دیا ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''کیا پس تم ہم کو بچاؤ گے اللہ کے کسی عذاب سے کچھ'' یعنی خواہ یہ عذاب سے بچانا ذرہ بھر ہی کیوں نہ ہو ﴿قَالُوْا﴾ یعنی قائدین اور سردار کہیں گے جیسے ہم گمراہ تھے ویسے ہی ہم نے تمہیں گمراہ کر دیا۔ اور ﴿لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ﴾ ''اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کر دیتے'' پس کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ﴿سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ﴾ ''اب برابر ہے ہمارے حق میں ہم بے قراری کریں'' عذاب کی وجہ سے۔ ﴿اَمْ صَبَرْنَا﴾ ''یا صبر کریں'' اس عذاب پر ﴿مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ﴾ ''ہمارے لئے کوئی خلاصی نہیں۔'' یعنی کوئی پناہ گاہ نہیں جہاں ہم پناہ لے سکیں اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ہم اللہ کے عذاب سے بھاگ کر جا سکیں۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ

اور کہے گا شیطان، جب فیصلہ کردیا جائے گا تمام معاملات کا' بیشک اللہ نے وعدہ کیا تھا تم سے وعدہ سچا، اور میں نے وعدہ کیا تھا تم سے

فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ

پس خلاف ورزی کی میں نے تم سے اور نہیں تھا واسطے میرے تم پر کوئی غلبہ سوائے اسکے کہ میں نے بلایا تمہیں اور تم نے مان لی میری بات،

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ

سو نہ ملامت کرو تم مجھے اور ملامت کرو تم اپنے آپکو نہیں ہوں میں تمہاری فریادرسی کرنیوالا، اور نہ تم ہی میری فریادرسی کرنیوالے ہو، بلاشبہ میں تو

كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾ وَاُدْخِلَ

انکار کرتا ہوں اسکا جو تم شریک ٹھہراتے تھے مجھے (اللہ کا) پہلے اس سے، بیشک ظالم لوگ ان کیلئے عذاب ہے، بہت دردناک ○ اور داخل کئے جائیں گے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک، ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں'

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿٢٣﴾

ساتھ حکم اپنے رب کے' ان کی (ملاقات کی) دعاء ہوگی ان میں سلام ○

﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ ﴾ شیطان' جو دنیا میں واقع ہونے والی ہر برائی کا سبب ہے جہنمیوں سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوکر کہے گا: ﴿ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ ''جب فیصلہ ہو چکے گا سب امور کا'' اور جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے اور جہنمی جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ﴾ ''جو وعدہ اللہ نے کیا تھا وہ تو سچ تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبان پر تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا مگر تم نے اس کی اطاعت نہ کی' اگر تم نے اس کی اطاعت کی ہوتی تو تم فوز عظیم سے بہرہ ور ہوتے ﴿ وَوَعَدْتُّكُمْ ﴾ ''اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا'' بھلائی کا ﴿ فَاَخْلَفْتُكُمْ ﴾ ''پس میں نے تم سے وعدہ خلافی کی'' یعنی میں نے تمہیں جو جھوٹی آرزوئیں اور امیدیں دلائی تھیں وہ حاصل نہیں ہوئیں اور نہ کبھی حاصل ہوں گی۔ ﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ''اور میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا'' میرے پاس کوئی دلیل اور اپنے قول کی کوئی تائید نہ تھی ﴿ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ﴾ ''مگر یہ کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات مان لی'' یعنی میرے پاس زیادہ سے زیادہ جو اختیار تھا وہ یہ تھا کہ میں نے تمہیں اپنے مقصد کی طرف بلایا اور تمہارے سامنے اسے خوب آراستہ کیا' تم نے اپنی خواہشات نفس اور شہوات کی پیروی کرتے ہوئے میری دعوت پر لبیک کہا۔

جب صورت حال یہ ہے ﴿ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''تو تم مجھے ملامت نہ کرو' اپنے آپ کو ملامت کرو'' پس موجب عذاب میں تم ہی پر دارومدار ہے اور تم ہی اس عذاب کا سبب ہو۔ ﴿ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ ﴾

''میں تمہاری فریاد کو نہیں پہنچ سکتا'' یعنی جس شدت عذاب میں تم مبتلا ہو میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ ﴿ وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُصۡرِخِیَّ ﴾ ''اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو'' ہر ایک کے لئے اپنے اپنے حصے کا عذاب ہے ﴿ اِنِّیۡ کَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ مِنۡ قَبۡلُ ﴾ ''میں منکر ہوں جو تم نے مجھے شریک بنایا تھا اس سے پہلے'' یعنی تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا' میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہ تھا اور تم پر میری اطاعت واجب نہ تھی پس میں تم سے بری الذمہ ہوں ﴿ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴾ بے شک شیطان کی اطاعت کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ﴿ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴾ ''ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' وہ اس عذاب میں ابدالآباد تک رہیں گے۔ اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم ہے کہ اس نے انہیں شیطان کی اطاعت سے ڈرایا ہے' اس نے شیطان کے مقاصد اوران راستوں کی نشاندہی کر دی ہے جہاں سے وہ داخل ہو کر انسان کو گمراہ کرتا ہے' اس کا مقصد صرف انسان کو جہنم کی آگ میں جھونکنا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ جب شیطان اپنے لشکر سمیت جہنم میں داخل ہو گا تو وہ اپنے متبعین سے بری الذمہ ہو جائے گا اور ان کے شرک سے صاف انکار کر دے گا۔ ﴿ وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثۡلُ خَبِیۡرٍ ﴾ (فاطر: ١٤/٣٥) ''اور اللہ باخبر کی مانند تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان کے پاس کوئی اختیار نہیں اور ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا سُلۡطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَہٗ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ بِہٖ مُشۡرِکُوۡنَ ﴾ (النحل: ١٠٠/١٦) ''شیطان کا زور تو صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا والی اور سر پرست بناتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔'' پس وہ ''زور'' اور ''تسلط'' جس کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے اس سے مراد حجت اور دلیل ہے' شیطان جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے' اس پر درحقیقت اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا ہے کہ ان کو شبہات میں مبتلا کرے' گناہوں کو ان کے سامنے مزین اور آراستہ کرے' جن سے متاثر ہو کر وہ گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کر لیں۔ رہا وہ ''زور'' جس کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے تو اس سے مراد وہ تسلط ہے جس کے بل پر وہ اپنے دوستوں کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور ان کو نافرمانیوں پر ابھارتا ہے۔ بندے شیطان سے موالات پیدا کر کے اور اس کے گروہ میں شامل ہو کر اس کو اپنے آپ پر مسلط کر لیتے ہیں۔ اس لئے شیطان کا ان لوگوں پر کوئی زور نہیں چلتا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو دیئے جانے والے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد اطاعت کرنے والوں کے لئے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاُدۡخِلَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور داخل کئے گئے وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے قول و فعل اور اعتقاد کے ساتھ دین کو قائم کیا ﴿ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ﴾ ''ایسے باغات میں' جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' ان جنتوں میں ایسی لذات وشہوات

ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کے تصور کا گزر ہوا ہے۔
﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''وہ ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے''یعنی وہ اپنی قوت واختیار سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قوت واختیار سے جنت میں داخل ہوں گے ﴿تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ﴾ ''ان کی دعائے ملاقات ہے ان میں سلام'' وہ سلام اور اچھے کلمات کے ساتھ ایک دوسرے کا خیر مقدم کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ کس طرح بیان فرمائی ہے اللہ نے مثال کلمۂ طیبہ کی؟ (کہ وہ ہے) مانند درخت پاکیزہ (کھجور) کے کہ جڑ اس کی مضبوط ہے

وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝۲۴ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ

اور شاخیں اس کی آسمان میں ہیں ○ لاتا ہے وہ (درخت) پھل اپنا ہر وقت ساتھ حکم اپنے رب کے' اور بیان فرماتا ہے اللہ

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۵ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ

مثالیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور مثال کلمۂ خبیثہ (کفر و شرک) کی ہے مانند درخت

خَبِیْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝۲۶

ناپاک کے، وہ اکھیڑ دیا جاتا ہے اوپر سے زمین کے، نہیں ہے اس کے لئے کوئی قرار ○

﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا' کیسے بیان کی اللہ نے ایک مثال' ستھری بات'' یہاں کلمہ طیبہ (ستھری بات) سے مراد ہے اس امر کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی فروعات (ایسے ہے) ﴿كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ﴾ ''جیسے ایک ستھرا درخت ہے'' اور اس سے مراد کھجور کا درخت ہے ﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾ ''اس کی جڑ مضبوط ہے'' یعنی زمین میں مضبوطی سے گڑی ہوئی ہے ﴿وَّفَرْعُهَا﴾ ''اور اس کی شاخیں'' یعنی اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ﴿فِی السَّمَآءِ﴾ ''آسمان میں'' اور یہ درخت دائمی طور پر کثیر الفوائد ہے۔ ﴿تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا﴾ ''وہ پھل لاتا ہے'' ﴿كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ ''ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے'' یہی حال شجر ایمان کا ہے' اس کی جڑیں علم واعتقاد کے اعتبار سے بندۂ مومن کے قلب کی گہرائیوں میں نہایت مضبوطی سے جمی ہوئی ہیں' اس کی شاخیں یعنی کلمات طیبات' عمل صالح' اخلاق جمیلہ' آداب حسنہ ہمیشہ آسمان کی طرف بلند رہتی ہیں۔ بندۂ مومن کی طرف سے ایسے اعمال واقوال بلند ہوتے ہیں' جو شجر ایمان سے نکلتے ہیں' جن سے بندۂ مومن اور دیگر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ ﴿وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اللہ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں'' ان سے جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے اور ان سے جن سے ان کو روکا ہے' کیونکہ ضرب الامثال میں' معانی معقولہ کو امثال محسوسہ کے

ذریعے سے قریب لایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے معنی مراد کی غایت حد تک تبیین اور توضیح ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا حسن تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے پوری، کامل اور بے پایاں حمد وثنا ہے۔ پس یہ بندۂ مومن کے قلب میں کلمۂ توحید کا وصف اور اس کے ثبات کا بیان ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلمۂ توحید کی ضد کلمۂ کفر اور اس کی شاخوں کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ﴾ ''اور گندی بات کی مثال جیسے گندا درخت ہے'' جو کھانے اور ذائقے میں بدترین درخت ہے اور اس سے مراد اندرائن وغیرہ کا پودا ہے ﴿اجْتُثَّتْ﴾ یعنی اس پودے کو اکھاڑ لیا گیا ﴿مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ ''زمین کے اوپر سے اس کو کوئی ٹھہراؤ نہیں'' یعنی اس پودے کو ثبات حاصل نہیں اس پودے کی رگیں نہیں ہیں جو اس کو سہارا دے کر کھڑا کر سکیں اور نہ یہ کوئی اچھا پھل لاتا ہے بلکہ اس میں پھل پایا بھی جاتا ہے تو انتہائی بد ذائقہ۔

اسی طرح کفر اور گناہ کی بات قلب میں کوئی فائدہ مند مضبوطی اور ثبات پیدا نہیں کرتی' اس کا ثمرہ بھی قول خبیث اور عمل خبیث کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو اس کو تکلیف دیتا ہے۔ اس بندے کی طرف سے کوئی عمل صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوتا۔ اس قول وعمل سے وہ خود منتفع ہوتا ہے نہ کوئی اور۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

ثابت قدم رکھتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ساتھ قول ثابت (کلمۂ توحید) کے زندگانی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی،

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۛ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ ﴿۲۷﴾ ع ۱۶

اور گمراہ کرتا ہے اللہ ظالموں کو، اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے جو کامل طور پر قلبی ایمان کو قائم کرتے ہیں۔ جو اعمال جوارح کو مستلزم ہے یہ اعمال اس ایمان کا ثمرہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کے اندر شبہات کے وارد ہونے کے وقت ہدایت اور یقین کے ذریعے سے ثبات اور استقامت عطا کرتا ہے اور جب شہوات پیش آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قطعی اور پختہ ارادہ عطا کرتا ہے تب وہ خواہش نفس اور اس کی مراد پر اس امر کو مقدم رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ آخرت میں' موت کے وقت دین اسلام اور خاتمہ بالخیر پر ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے وقت صحیح جواب کی توفیق عطا کر کے ثبات اور مضبوطی سے نوازتا ہے۔ جب میت سے پوچھا جاتا ہے ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ صحیح جواب کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور مومن جواب دیتا ہے ''میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد (ﷺ) ہیں'' ﴿وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔'' یعنی دنیا و آخرت

میں راہ صواب سے۔اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

یہ آیت کریمہ، قبر کے امتحان، قبر کے عذاب اور اس کی نعمت اور آرام پر دلالت کرتی ہے۔جیسا کہ قبر کے امتحان، اس کی صفت و کیفیت، قبر کے عذاب اور اس کے آرام کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے نہایت تواتر کے ساتھ نصوص وارد ہوئی ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جنہوں نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے، اور جا اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں ○ (یعنی) جہنم میں،

يَصْلَوْنَهَا ۚ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ

وہ داخل ہونگے اس میں، اور بہت ہی برا ہے وہ ٹھکانا ○ اور بنائے انہوں نے واسطے اللہ کے شریک، تاکہ وہ گمراہ کریں (لوگوں کو) اسکے راستے سے،

قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾

کہہ دیجیے، تم فائدہ اٹھاؤ (دنیا میں) پھر بلاشبہ واپسی تمہاری ہے طرف آگ کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے کفار قریش کا اور ان کے معاملات کا مآل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا“ یہاں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔آپ انہیں دنیا و آخرت میں نیکیوں کے ادراک کی طرف دعوت دیتے تھے، مگر انہوں نے اس نعمت کو ٹھکرا کر، اس کا انکار کر کے اور اپنے آپ کو اس نعمت کو قبول کرنے سے باز رکھ کر اس نعمت کو بدل ڈالا۔﴿وَ﴾ اور دوسروں کو اس نعمت کو قبول کرنے سے روکا حتیٰ کہ ﴿اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ ”اتارا انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں“ اس سے مراد جہنم ہے، کیونکہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بنے اور اپنی قوم کے لئے وبال بن گئے جبکہ ان سے نفع کی امید تھی۔منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ غزوہ بدر کے لئے ان کو نکلنے پر آمادہ کرنے کے لئے جنگ پر نکلنے کے بڑے فوائد بیان کیے۔تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کریں۔پس ان کے ساتھ عبرت ناک سلوک ہوا اور جنگ بدر میں ان کے بہت سے بڑے بڑے سردار اور بہادر مارے گئے۔

﴿جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا﴾ ”جہنم، داخل ہوں گے وہ اس میں“ یعنی جہنم کی حرارت انہیں ہر جانب سے گھیر لے گی ﴿وَ بِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ”اور (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔“

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ ”اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے لئے مقابل“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور شریک ﴿لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ”تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کریں۔“ یعنی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہمسر بنا کر اور ان کی عبادت کی طرف دعوت دے کر بندوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا سکیں ﴿قُلْ﴾ ان کو وعید سناتے ہوئے کہہ

دیجئے ﴿ تَمَتَّعُوْا ﴾ اپنے کفر اور گمراہی سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالو۔ پس یہ تمہیں کوئی فائدہ نہ دیں گے ﴿ فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴾ ''اس لیے کہ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے'' اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

کہہ دیجئے میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے، کہ وہ قائم کریں نماز اور خرچ کریں اس میں سے جو رزق دیا ہم نے انہیں پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

اور ظاہر، پہلے اس سے کہ آئے وہ دن کہ نہ خرید و فروخت ہوگی اس میں اور نہ دوستی (ہی کام آئے گی)○

﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''میرے مومن بندوں سے کہہ دو۔'' یعنی انہیں ان امور کا حکم دیجئے جن میں ان کی اصلاح ہے اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ اس سے قبل کہ ان کی اصلاح ممکن نہ ہو وہ فرصت کو غنیمت جانیں۔ ﴿ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ وہ ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ نماز قائم کریں ﴿ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ﴾ ''اور ہم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کریں۔'' یعنی ہم نے انہیں کم یا زیادہ جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے خرچ کریں ﴿ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ''چھپے اور ظاہر'' یہ حکم نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ اور نفقات کفالت اور نفقات مستحبہ مثلاً عام صدقات وغیرہ کو شامل ہے۔ ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ ''پہلے اس کے کہ وہ دن آجائے، جس میں نہ کوئی سودا ہوگا نہ دوستی'' یعنی اس دن کوئی چیز فائدہ نہ دے گی اور جو چیز فوت ہوگئی ہوگی تو کسی خرید و فروخت کے معاوضے، کسی ہبہ اور کسی دوست یار کے ذریعے سے اس کا تدارک ممکن نہیں ہوگا۔ پس ہر شخص کا اپنا اپنا معاملہ ہوگا جو اس کو دوسروں سے بے نیاز کردے گا۔ اس لیے ہر شخص کو اپنے لئے کچھ بھیجنا چاہیے، اور خوب اچھی طرح غور کرلے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہا ہے؟ وہ اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور بڑے حساب کتاب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرلے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

اللہ ہی ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین، اور نازل کیا آسمان سے پانی، پھر اس نے نکالے (پیدا کیے) اس (پانی) کے ذریعے سے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھل، روزی تمہارے لئے، اور تابع کردیا واسطے تمہارے کشتیوں کو تاکہ چلیں وہ سمندر میں اس (اللہ) کے حکم سے، اور تابع کردیا تمہارے لئے

الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ ﴿۳۳﴾

نہروں کو○ اور تابع کردیا واسطے تمہارے سورج اور چاند کو درانحالیکہ وہ دونوں برابر چل رہے ہیں، اور مطیع کردیا واسطے تمہارے رات اور دن کو○

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

اور اس نے دی تمہیں ہر وہ چیز کہ سوال کیا تم نے اس کا، اور اگر تم شمار کرو نعمتیں اللہ کی تو نہ گن سکو گے تم انہیں،

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع

بے شک انسان البتہ بڑا ظالم نہایت ناشکرا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اکیلا ہی ہے ﴿ اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو (ان کی وسعتوں کے ساتھ) پیدا کیا'' ﴿ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ ''اور اتارا آسمان سے پانی'' اس سے مراد وہ بارش ہے جسے اللہ تعالیٰ بادلوں سے برساتا ہے ﴿ فَاَخْرَجَ بِهٖ ﴾ ''پس اس کے ذریعے سے نکالے'' یعنی اس پانی کے ذریعے سے ﴿ مِنَ الثَّمَرٰتِ ﴾ مختلف انواع کے پھل ﴿ رِزْقًا لَّكُمْ ﴾ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے رزق ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ ﴾ ''اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے کشتیوں کو'' یعنی جہاز اور کشتیاں ﴿ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ﴾ ''کہ چلیں وہ سمندر میں اس کے حکم سے'' وہی ہے جس نے جہازوں اور کشتیوں کی صنعت کو تمہارے لئے آسان بنا کر تمہیں ان پر قدرت عطا کی۔ پانی کی موجوں پر ان کی حفاظت کی۔ تا کہ تمہیں اور تمہارے تجارتی مال واسباب کو اس شہر تک اٹھا لے جائے جہاں کا تم قصد رکھتے ہو۔

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴾ ''اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے نہروں کو'' تا کہ تم اپنے کھیتوں اور باغات کو سیراب کرو اور خود بھی ان کا پانی پیو۔ ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ﴾ ''اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر'' ان کی رفتار میں نرمی آتی ہے نہ وہ سست پڑتے ہیں بلکہ تمہارے مصالح یعنی زمان واوقات کے حساب، تمہارے ابدان، تمہارے مویشی وحیوانات، کھیتوں اور باغات کے فائدے کے لئے رواں دواں رہتے ہیں۔ ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ ﴾ ''اور کام میں لگا یا دیا تمہارے لئے رات کو'' تا کہ تم آرام کر سکو۔ ﴿ وَالنَّهَارَ ﴾ ''اور دن کو'' تمہارے دیکھنے کے لئے تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ﴾ ''اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگا'' یعنی اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جس کے ساتھ تمہاری آرزوئیں اور ضرورتیں وابستہ ہیں جو تم اپنی زبانِ حال یا زبانِ قال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہو۔ مثلاً مال مویشی، مختلف اقسام کے آلات وصناعات وغیرہ۔ ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ ''اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو تم شمار نہ کر سکو'' یعنی تمہارا ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا تو کجا، تم ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ ''یقیناً انسان نہایت نادان، بہت بے شکرا ہے'' یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے، کیونکہ وہ نہایت ظالم، معاصی کے ارتکاب کی جسارت کرنے والا، اپنے رب کے حقوق کے بارے میں کوتاہی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اس کا شکر وہی ادا کر سکتا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے، اپنے رب کے حق کو پہچانتا ہے اور اسے قائم کرتا ہے۔

پس ان آیات کریمہ میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت سی اصناف مجمل اور مفصل طور پر بیان ہوئی ہیں...... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا ذکر اور اس کا شکر ادا کریں اور وہ ان کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور اس سے دعا مانگتے رہیں جیسے ہر وقت بتکرار ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فیضان رہتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ
اور (یاد کرو!) جب کہا ابراہیم نے، اے میرے رب! تو بنا دے اس شہر (مکہ) کو امن والا اور دور رکھ مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم عبادت کریں
الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ
بتوں کی ○ اے میرے رب! بلاشبہ انہوں نے گمراہ کئے ہیں بہت سے لوگ، پس جس شخص نے پیروی کی میری تو بیشک وہ میرا ہے
وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ
اور جس نے نافرمانی کی میری، سو تو بڑا بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک میں نے بسائی ہے اپنی کچھ اولاد ایک ایسی وادی میں جو نہیں ہے
ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ
کھیتی والی، نزدیک تیرے حرمت والے گھر (کعبے) کے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ قائم کریں نماز، پس کر دے تو دل کچھ
النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ
لوگوں کے کہ مائل ہوں ان کی طرف، اور تو رزق دے انہیں پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر کریں ○ اے رب ہمارے! بے شک تو
تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا
جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں، اور نہیں چھپتی اوپر اللہ کے کوئی بھی چیز زمین میں اور نہ
فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ
آسمان میں ○ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، وہ جس نے عطا کئے مجھے باوجود بڑھاپے کے اسماعیل اور اسحٰق، بے شک
رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا
میرا رب البتہ خوب سننے والا ہے دعا کا ○ اے میرے رب! بنا دے مجھے قائم رکھنے والا نماز کو اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب!
وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۱۸
اور تو قبول فرما میری دعا ○ اے ہمارے رب! تو بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور (سب) مومنوں کو جس دن قائم ہوگا حساب ○

﴿وَ﴾ ”اور“ یعنی اس حالت جمیلہ میں ابراہیم علیہ السلام کو یاد کیجئے ﴿اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ﴾ ”جب ابراہیم نے کہا، اے رب! بنا دے اس شہر کو“ یعنی حرم مبارک کو ﴿اٰمِنًا﴾ ”امن والا“ پس اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کی حرمت کے اسباب میسر فرمائے جو کہ ہمیں معلوم ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی

ظالم حرم میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قلع قمع کر دیتا ہے جیسے اصحاب فیل کے ساتھ کیا تھا......
ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے' اپنے بیٹوں کے لئے اور اس ارض محترم کے لئے امن کی دعا کی۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ ''اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے دور رکھ'' یعنی ان کے قریب جانے سے بچا۔ پھر آپ نے اپنے اور اپنی اولاد کے بارے میں ان خدشات کا ذکر فرمایا جو انہیں اکثر لوگوں کے ان بتوں کی عبادت کے فتنے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے لاحق ہوئے' اس لئے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ ''اے پروردگار! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔'' یعنی ان کے سبب سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے۔ ﴿فَمَنْ تَبِعَنِیْ﴾ ''پس جس نے میری اتباع کی'' یعنی توحید الٰہی اور اخلاص للہ میں جس نے میری پیروی کی۔ ﴿فَاِنَّهٗ مِنِّیْ﴾ ''تو وہ میرا ہے۔'' یعنی کامل موافقت کی وجہ سے وہ مجھ سے ہے' جو کوئی جس قوم سے محبت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے' وہ اسی قوم سے ملحق شمار ہوتا ہے۔ ﴿وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور جس نے میری نافرمانی کی' تو تو بہت بخشنے والا مہربان ہے'' یہ حضرت خلیل علیہ السلام کی شفقت ہے کہ انہوں نے گناہ گاروں کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ صرف اسے عذاب دے گا جو سرکشی اختیار کرتا ہے۔

﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ ''اے رب! میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو' ایسے میدان میں جہاں کھیتی نہیں' تیرے محترم گھر کے پاس'' یعنی آنجناب ﷺ نے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو شام سے لا کر مکہ مکرمہ کی سرزمین میں بسایا تھا' اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے تھے۔ اس وقت یہ وادی بالکل سنسان تھی اور اس میں کوئی آبادی نہ تھی۔ جب آپ نے ماں بیٹے کو اس وادی میں آباد کر دیا تو اس وقت یہ دعا مانگی: ﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ﴾ یعنی میں نے اپنی تمام اولاد کو نہیں بلکہ اپنی کچھ اولاد کو یہاں لا بسایا ہے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام شام میں تھے اسی طرح ان کے دیگر بیٹے بھی شام میں آباد تھے۔ وادی مکہ میں انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کو آباد کیا۔

﴿بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ﴾ ''ایسی وادی میں جہاں کھیتی نہیں'' کیونکہ ارض مکہ بے آب و گیاہ تھی ﴿رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں'' یعنی ان کو موحد اور نماز قائم کرنے والے بنا کیونکہ نماز سب سے زیادہ خصوصیت کی حامل اور سب سے افضل عبادت ہے اور جس نے نماز کو قائم کر لیا' وہ دین کو قائم کرنے والا ہو گیا۔ ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ﴾ ''پس کر دے کچھ لوگوں کے دل کہ مائل ہوں ان کی طرف'' یعنی لوگ ان سے محبت کریں اور اس جگہ سے محبت کریں جہاں یہ آباد ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ پیدا

ہوئے ، آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو دین اسلام اور ملت ابراہیم کی طرف دعوت دی انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور نماز قائم کرنے والے بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی زیارت کو فرض قرار دیا جس کے پاس ابراہیم علیہ السلام کی اولاد آباد تھی اور اس میں ایک ایسا بھید پنہاں رکھا جو دلوں کے لئے کشش رکھتا ہے' دل اس گھر کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اور اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں ہوتے بلکہ بندۂ مومن جس قدر زیادہ اس گھر کی زیارت کرتا ہے اس کی آتش شوق اسی قدر زیادہ بھڑکتی ہے اور اس کا سر نہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ ﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور ان کو روزی دے پھلوں سے شاید وہ شکر کریں'' اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ہر قسم کا پھل اس ارض پاک میں پہنچنے لگا۔ آپ دیکھیں گے کہ مکہ مشرفہ میں ہر وقت ہر قسم کا پھل بافراط ملتا ہے اور رزق ہر طرف سے مکہ مکرمہ کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ﴾ ''اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپا کر کرتے ہیں اور جو دکھا کر کرتے ہیں'' یعنی تو ہم کو ہم سے زیادہ جانتا ہے' پس ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اپنی تدبیر اور تربیت سے ہمارے لئے ان کاموں کو آسان فرما دے جن کو ہم جانتے ہیں اور ان کو بھی جن کو ہم نہیں جانتے' جو تیرے علم اور تیری رحمت کا تقاضا ہے۔ ﴿وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ﴾ ''اور اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے' زمین میں اور نہ آسمان میں'' اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے جس میں حضرت خلیل علیہ السلام کا ارادۂ بھلائی اور اللہ رب العالمین کے لئے کثرتِ شکر کے سوا کچھ نہ تھا۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے'' اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے اور بڑھاپے میں' مایوسی کی حالت میں اولاد کا عطا ہونا ایک دوسری نعمت ہے۔ پھر ان سب کا صالح انسان اور نبی ہونا جلیل ترین اور افضل ترین مرتبہ ہے۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''میرا رب دعا کا سننے والا ہے'' یعنی جو کوئی اس سے دعا مانگتا ہے وہ قبولیت کے قریب ہوتی ہے۔ میں نے بھی اس کے سامنے دست دعا دراز کیا اور اس نے مجھے ناامید نہیں کیا۔ پھر خلیل علیہ السلام نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ان الفاظ میں دعا مانگی ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا اور میری دعا قبول فرما' اے ہمارے رب! بخش مجھ کو' میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن قائم ہو حساب''۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہر دعا قبول فرمائی' سوائے ان کے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کے' جو انہوں نے اپنے باپ کے ساتھ ایک وعدے کی بنا پر مانگی تھی' اور جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن

ہے تو آپ نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ

اور نہ گمان کریں آپ اللہ کو بے خبر اس سے جو عمل کرتے ہیں ظالم، یقیناً وہ مہلت دیتا ہے اس دن تک کہ

تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ

پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اس میں آنکھیں ○ دوڑ رہے ہوں گے وہ (محشر کی طرف) اٹھائے اپنے سروں کو نہیں لوٹے گی

اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

(خود) ان کی طرف ان کی نگاہ اور ان کے دل (عقل وشعور سے) خالی ہوں گے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ظالموں کے لئے سخت وعید اور مظلوموں کے لئے تسلی ہے، فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہرگز مت خیال کریں کہ اللہ ان کاموں سے بے خبر ہے جو ظالم کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی ہے اور ان کو نہایت فراوانی سے رزق عطا کیا اور ان کو چھوڑ دیا کہ وہ نہایت اطمینان اور امن کے ساتھ چلیں پھریں۔ پس یہ مہلت اور رزق کی فراوانی ان کے حسن حال پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں میں اضافہ ہو جائے یہاں تک کہ جب وہ اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر وہ چھوٹ نہیں سکتا۔ ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (ھود: ۱۱/ ۱۰۲) ''اور اسی طرح ہوتی ہے تیرے رب کی پکڑ جب وہ کسی بستی کو اس کے ظلم کے سبب سے پکڑتا ہے، بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت اور المناک ہوتی ہے''۔ یہاں ظلم سے مراد وہ ظلم بھی ہے جو بندے اور اس کے رب کے مابین ہے اور وہ ظلم بھی ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر روا رکھتا ہے۔

﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ ''ان کو تو اس دن کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے کہ کھلی رہ جائیں گی اس میں آنکھیں''، یعنی ہول اور دہشت کی وجہ سے آنکھیں ادھر ادھر دیکھ نہیں سکیں گی، کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ ''دوڑتے ہوں گے'' جب پکارنے والا انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حساب دینے کے لئے پکارے گا تو وہ جلدی سے اس پکار پر لبیک کہیں گے، وہ اس سے بچ نہ سکیں گے، ان کا کوئی ٹھکانا ہوگا نہ کوئی پناہ گاہ ﴿مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ﴾ ''اوپر اٹھائے اپنے سر'' یعنی اپنے سروں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہوں گے کہ ان کے ہاتھ ان کی ٹھوڑیوں کے ساتھ بندھے ہوں گے جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھ جائیں گے۔ ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''ان کی طرف ان کی آنکھیں پھر کر نہیں آئیں گی اور ان کے دل اڑ گئے ہوں گے'' ان کے دل خالی ہوں گے اور حلق تک آ جائیں گے مگر وہ ہر قسم کے غم و ہموم اور حزن وقلق سے لبریز ہوں گے۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ

اور آپ ڈرائیں لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا (اس دن) ان پر عذاب، پس کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا تھا، اے ہمارے رب! مہلت دے ہمیں

اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ

تھوڑی سی مدت تک، ہم قبول کرلیں گے تیری دعوت اور پیروی کریں گے رسولوں کی، (تو کہا جائے گا) کیا نہیں تھے تم کہ قسمیں کھاتے تھے

مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

پہلے اس سے کہ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی زوال ○ اور آباد تھے تم گھروں میں انہی لوگوں کے جنھوں نے ظلم کیا تھا اپنی جانوں پر،

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا

اور واضح ہو گیا تھا واسطے تمہارے کہ کیسا (سلوک) کیا ہم نے ساتھ ان کے؟ اور بیان کی تھیں ہم نے تمہارے لئے مثالیں ○ اور تحقیق مکر کئے تھے انہوں نے

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

اپنے مکر، اور اللہ کے پاس ہیں ان کے مکر، اور نہ تھے مکر ان کے کہ ٹل جاتے بوجہ ان (مکروں) کے پہاڑ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾ یعنی ان کے سامنے اس دن کے احوال کا وصف بیان کیجئے اور انہیں برے اعمال سے ڈرائیے جو اس عذاب کے موجب ہیں جو انہیں شدائد میں آ پکڑے گا۔ ﴿فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''تب ظالم لوگ کہیں گے'' یعنی جنھوں نے کفر، تکذیب اور دیگر معاصی کے ذریعے سے ظلم کیا وہ اپنے کرتوتوں پر نادم ہو کر واپس دنیا میں لوٹائے جانے کی درخواست کریں گے مگر یہ واپس لوٹنے کا وقت نہ ہوگا۔ ﴿رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ﴾ ''اے ہمارے رب! مہلت دے ہم کو تھوڑی دیر تک'' یعنی ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے ہم پر ہر بات واضح ہو چکی ہے ﴿نُّجِبْ دَعْوَتَكَ﴾ ''کہ ہم قبول کرلیں تیری دعوت کو'' اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے ﴿وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ﴾ ''اور پیروی کرلیں ہم رسولوں کی'' ان کی یہ تمام آہ وزاریاں دردناک عذاب سے گلو خلاصی کے لئے ہوں گی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وعدے میں بھی جھوٹے ہیں۔ ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ (الانعام: ۲۸/۶) ''اگر انہیں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ وہی کام دوبارہ کریں گے جن سے ان کو روکا گیا ہے۔'' اس لئے ان کو سخت زجر و توبیخ کی جائے گی اور کہا جائے گا ﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾ ''کیا تم پہلے قسمیں نہ کھاتے تھے کہ تم کو دنیا سے نہیں ٹلنا'' یعنی اس دنیا سے منتقل ہو کر آخرت میں نہیں جاؤ گے، یہ تو اب تم پر واضح ہو گیا کہ تم اپنی قسم میں سخت جھوٹے تھے اور جو تم دعوے کیا کرتے تھے وہ تمہارے سب دعوے بھی جھوٹ تھے۔

﴿وَّ﴾ تمہارے اعمال کی کوتاہی کی وجہ یہ نہ تھی کہ تمہارے پاس واضح دلائل نہ آئے تھے۔ بلکہ ﴿سَكَنْتُمْ فِيْ

﴿ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ ﴾ ''تم ان بستیوں میں آباد تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر واضح ہو گیا تھا کہ کیسا کیا ہم نے ان کے ساتھ'' ان کو مختلف انواع کی سزائیں دے کر' اور جب انہوں نے واضح دلائل کی تکذیب کی تو کیسے ہم نے ان پر عذاب نازل کیا؟ ہم نے تمہارے سامنے واضح مثالیں بیان کر دی ہیں جو دل میں شک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں رہنے دیتیں۔ پس ان آیات بینات نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ اس کے برعکس تم نے روگردانی کی اور اپنے باطل پر جمے رہے' حتیٰ کہ تم پر یہ روز بد آ گیا جس میں تمہاری جھوٹی معذرت خواہی کوئی فائدہ نہ دے گی۔

﴿ وَقَدْ مَكَرُوْا ﴾ ''اور چال چلی'' یعنی انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والوں نے ﴿ مَكْرَهُمْ ﴾ ''اپنی چال'' ایسی ایسی چالیں چلیں جن کا انہوں نے ارادہ کیا اور جو وہ چل سکتے تھے۔ ﴿ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ﴾ ''اور اللہ کے ہاں ہے ان کی چال'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے ذریعے سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کی چالیں لوٹ کر انہی کے خلاف گئیں۔ ﴿ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ﴾ (فاطر: ٤٣/٣٥) ''اور بری چالوں کا وبال انہی لوگوں پر پڑتا ہے جو چالیں چلتے ہیں۔'' ﴿ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴾ ''اگرچہ ان کی چال ایسی تھی کہ ٹل جائیں اس سے پہاڑ'' یعنی انبیاء و رسل اور وحی کو جھٹلانے والوں کی چالیں اور سازشیں اتنی بڑی ہیں کہ ان کے سبب سے بڑے بڑے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ یعنی ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ (نوح: ٢٢/٧١) ''انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں۔'' ان کی سازشیں اتنی بڑی تھیں کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشیں انہی پر الٹ دیں۔

اس آیت کریمہ کی وعید میں ہر وہ شخص شامل ہے جو باطل کی نصرت اور حق کے ابطال کے لئے انبیاء و رسل کے خلاف سازشیں کرتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کی چالیں ان کے کسی کام نہ آئیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان پہنچا سکے' بلکہ انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ

پس نہ گمان کریں آپ اللہ کو خلاف کرنیوالا اپنے وعدے کا، اپنے رسولوں سے، بیشک اللہ غالب ہے، انتقام لینے والا ○ جس دن

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾

کہ بدل دی جائیگی یہ زمین اور زمین سے اور آسمان بھی، اور سامنے ہوں گے وہ لوگ اللہ کے، (جو) ایک ہے بڑا زبردست ○

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ

اور آپ دیکھیں گے مجرموں کو اس دن جکڑے ہوئے ہوں گے وہ زنجیروں میں ○ قمیصیں ان کی ہوں گی گندھک کی

وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ

اور ڈھانکتی ہو گی ان کے چہروں کو آگ ○ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر نفس کو اس عمل کا جو اس نے کمایا، بے شک

اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا

اللہ بہت ہی جلد حساب لینے والا ہے ○ یہ (قرآن) پیام ہے لوگوں کیلئے، اور تا کہ وہ (لوگ) ڈرائے جائیں اسکے ذریعے سے، اور تا کہ وہ جان لیں

اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

کہ صرف وہی (اللہ) معبود ہے ایک، اور تا کہ نصیحت حاصل کریں عقل والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ﴾ ''پس خیال مت کریں کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی نجات اور ان کی سعادت، رسولوں کے دشمنوں کی ہلاکت، دنیا میں ان کو بے یارومددگار چھوڑنے اور آخرت میں ان کو سزا دینے کا جو وعدہ کر رکھا ہے اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ پس اس وعدے کا پورا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ صادق القول ہستی کا وعدہ ہے جو اس نے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ سچے لوگوں، یعنی اپنے رسولوں کی زبان پر کیا ہے اور یہ مرتبے کے اعتبار سے بلند ترین خبر ہے...... خاص طور پر اس بنا پر بھی کہ یہ حکمت الٰہی، سنت ربانی اور عقل انسانی کے مطابق ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ﴾ ''بے شک اللہ'' اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بے بس نہیں کر سکتی، اس لیے کہ وہ ﴿عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''زبردست، بدلہ لینے والا ہے۔'' جب وہ کسی سے انتقام لینے کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس سے بچ سکتا ہے نہ اسے عاجز کر سکتا ہے اور یہ قیامت کے روز ہوگا۔ ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ ''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی۔'' یعنی جس روز زمین اور آسمان کو بدل کر کچھ اور ہی بنا دیا جائے گا، یہ تبدیلی ذات کی تبدیلی نہیں بلکہ صفات کی تبدیلی ہوگی کیوں کہ قیامت کے روز زمین کو ہموار کر کے اس طرح پھیلا دیا جائے گا جیسے چمڑے کو پھیلا دیا جاتا ہے، روئے زمین پر کوئی پہاڑ یا کوئی بلند جگہ نہ ملے گی تمام زمین ہموار اور برابر ہو جائے گی اور تو اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں دیکھے گا اور آسمان اس دن کی دہشت کی وجہ سے پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا۔

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اور سب لوگ اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے روز تمام خلائق اپنی قبروں سے اٹھ کھڑی ہوگی اور ان میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہ سکے گا ﴿الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''یگانہ زبردست'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات کی عظمت اور اپنے افعال کی عظمت میں منفرد ہے۔ وہ تمام کائنات پر غالب ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے دست تصرف اور تدبیر کے تحت ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے نہ ساکن ہو سکتی ہے۔ ﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور دیکھے گا تو گناہ گاروں کو'' جن کا وصف جرم کرنا اور گناہوں کی کثرت ہے ﴿يَوْمَئِذٍ﴾ ''اس روز'' ﴿مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''باہم جکڑے ہوں گے زنجیروں میں'' یعنی تمام مجرموں کو آگ کی زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا اور ذلیل ترین صورت، بدترین

ہیئت اور قبیح ترین حالت میں ان کو جہنم کے عذاب کی طرف ہانکا جائے گا۔ ﴿سَرَابِيلُهُمْ﴾ ''ان کے کرتے'' یعنی ان کے کپڑے ﴿مِّنْ قَطِرَانٍ﴾ ''گندھک کے ہوں گے'' یعنی وہ انتہائی شدید شعلہ زن آگ، سخت حرارت اور جہنم کی بدبو میں ہوں گے۔ ﴿وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ﴾ ''اور ان کے چہروں کو لپیٹ لے گی۔'' جو ان کے بدن میں سب سے زیادہ شرف کے حامل ہوں گے ﴿النَّارُ﴾ ''آگ'' یعنی آگ ان کے چہرے کو گھیر لے گی اور ہر جانب سے اس کو جلا ڈالے گی۔ اور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصے تو بدرجہ اولیٰ اس آگ میں جلیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں ہے بلکہ یہ ان کے اعمال کی جزا ہے جن کا انہوں نے اکتساب کر کے آگے بھیجے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾ ''تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اچھے برے اعمال کا نہایت عدل وانصاف کے ساتھ بدلہ دے جس میں کسی بھی پہلو سے کوئی ظلم نہ ہو ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے'' جیسا کہ فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۱) ''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں ڈوبے اور منہ موڑے ہوئے ہیں''۔ اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ بہت سرعت سے ان کا حساب کتاب ہوگا اور ایک ہی گھڑی میں تمام مخلوق کا حساب کتاب ہو جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ آن واحد میں تمام مخلوق کو رزق عطا کرتا ہے اور ان میں مختلف انواع کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی معاملہ اسے کسی دوسرے معاملے سے غافل نہیں کر سکتا اور یہ سب کچھ اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو پوری طرح کھول کھول کر اس قرآن میں بیان کر دیا تو پھر اس کی مدح میں فرمایا ﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو'' یعنی یہ ان کے لئے کافی ہے' وہ اسے زادراہ بنا کر بلندترین مقامات پر اور افضل ترین کرامات تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ یہ تمام علوم اور اصول وفروع پر مشتمل ہے جس کے بندے محتاج ہیں ﴿وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تاکہ انہیں اس سے ڈرایا جائے'' کیونکہ اس میں برے اعمال اور اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بداعمال لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''اور تاکہ وہ جان لیں کہ معبود صرف وہی ایک ہے'' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر ایسے دلائل اور براہین بیان کئے ہیں جن سے یہ علم حق الیقین بن جاتا ہے ﴿وَلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔'' یعنی عقل کامل کے حامل لوگ اس سے نصیحت پکڑیں' وہ کام کریں جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور وہ کام چھوڑ دیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ ایسا کرنے سے وہ عقل مند اور اصحاب بصیرت بن جائیں گے۔ اس لئے کہ قرآن کے ذریعے سے ان کے معارف اور آراء صائبہ میں اضافہ اور ان کے افکار روشن ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے قرآن کے تازہ افکار حاصل کیے ہیں' قرآن

انہیں بلند ترین اخلاق و اعمال کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ ان پر قوی ترین، واضح ترین دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ ایک ذہین بندۂ مومن جب اس قاعدہ کلیہ کو اپنا لائحہ عمل بنا لیتا ہے تو وہ دائمی طور پر ہر قابل ستائش خصلت میں ترقی کی راہوں پر گامزن رہتا ہے۔

تفسیر سورۃ الحجر

سُوْرَةُ الْحِجْرِ (۱۵) مَكِّيَّةٌ (۵۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۹۹ رُكُوْعَاتُهَا ۶

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب اور قرآن واضح کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب کی تعظیم اور مدح بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں۔'' یعنی یہ آیات بہترین معانی اور افضل ترین مطالب پر دلالت کرتی ہیں ﴿وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور قرآن روشن کی۔'' جو بہترین الفاظ اور اپنے مقصد پر قوی ترین دلائل کے ذریعے سے حقائق کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور فرحت و سرور کے ساتھ اس کو قبول کرے۔